

موت

کی تیاری

حضرت مولانا پیر و الفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبۃ الفقیر، فیصل آباد

نام کتاب	موت کی تیاری
از افادات	حقوق محفوظات
مرتب	مؤلف قشوری بھارتی
ناشر	مکتبہ فاضلین
	123 خٹہ، لاہور
اشاعت اول	اگست 1999ء
اشاعت دوم	جنوری 2000ء
اشاعت سوم	دسمبر 2000ء
اشاعت چہارم	ستمبر 2001ء
اشاعت پنجم	اپریل 2002ء
اشاعت ششم	دسمبر 2002ء
اشاعت ہفتم	نومبر 2003ء
اشاعت ہشتم	اگست 2004ء
اشاعت نهم	مارچ 2005ء
اشاعت دہم	مارچ 2006ء
اشاعت گیارہ	جولائی 2006ء
اشاعت بارہ	دسمبر 2006ء
اشاعت تیرہ	اپریل 2007ء
تعداد	1100
کمپیوٹر کمپوزنگ	قیصر شاہ منصور مظہر کی

نمبر	عنوان	نمبر	عنوان
30	موت کے وقت پر دل کا کھٹکا	7	عرض، تر
31	دل میں سما کر مرنے کا تھ خلی	9	پیشانی
32	موت کے وقت کی تکلیف	11	انسان کی زندگی کا شہیت
33	موت کی تسلی	12	میں کر م کی عمر میں جتنے دن کا بچاؤ
33	موت کی کلیت	13	پیام کا
34	موت کی کوئی سے کئے کلمہ طیبہ کی تھیں	13	موت کے واقعہ میں سے کلمہ طیبہ
34	ایک شہداء کی موت کا ماحول	14	موت کے آگے کی
34	ایک سال کی موت کا ماحول	15	پانچویں ان کا علم
35	سفر آخرت کی خوشیوں	15	موت کو پر کر کے کلمہ طیبہ
35	پانچویں	15	موت کے واقعہ میں سے کلمہ طیبہ
35	دوسری منزل	17	موت کا طعن
36	تیسری منزل	18	موت کا واقعہ
37	چوتھی منزل	18	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
37	پانچویں منزل	19	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
38	ششویں منزل	20	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
38	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	20	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
39	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	21	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
39	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	21	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
40	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	22	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
40	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	22	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
41	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	23	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
41	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	23	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
42	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	24	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
42	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	24	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
42	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	25	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
42	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	25	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
43	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	26	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
43	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	26	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
44	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	27	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
44	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	27	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
44	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	28	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
44	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	28	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
44	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	29	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
44	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	29	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
44	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	30	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے
44	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے	30	موت کے بعد انسان کے بچاؤ سے

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
107	ایک اس وقت کا بیت کے گروہوں سے	82	اس وقت کے گروہوں کے
	خطاب	83	نئی اکرم کے
108	بیتوں اور ان کے گروہوں کی	86	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
109	ایک توہم کی اصلیت	87	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
109	ایک توہم کی اصلیت	87	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
109	ایک توہم کی اصلیت	88	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
110	ایک توہم کی اصلیت	88	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
110	ایک توہم کی اصلیت	90	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
111	ایک توہم کی اصلیت	91	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
111	ایک توہم کی اصلیت	91	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
112	ایک توہم کی اصلیت	92	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
113	ایک توہم کی اصلیت	92	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
114	ایک توہم کی اصلیت	93	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
114	ایک توہم کی اصلیت	95	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
115	ایک توہم کی اصلیت	96	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
115	ایک توہم کی اصلیت	100	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
115	ایک توہم کی اصلیت	100	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
116	ایک توہم کی اصلیت	101	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
117	ایک توہم کی اصلیت	101	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
117	ایک توہم کی اصلیت	101	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
117	ایک توہم کی اصلیت	102	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
118	ایک توہم کی اصلیت	102	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
119	ایک توہم کی اصلیت	102	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
119	ایک توہم کی اصلیت	103	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
120	ایک توہم کی اصلیت	105	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
121	ایک توہم کی اصلیت	105	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
121	ایک توہم کی اصلیت	106	بیتوں اور ان کے گروہوں کی
122	ایک توہم کی اصلیت	106	بیتوں اور ان کے گروہوں کی

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
124	اسلام کا لہجہ	139	مذہبِ ستورہ میں رب کی تعریف
125	جنتیوں کا لہجہ	140	سرحد کے جہاد میں پہلے کی شہداء
126	جنتیوں کی پاکیزگی	140	سورہ تہیں
126	مذہبِ نبوی کا لہجہ	141	نور و حکمت
126	صورتِ کھنکھ	142	دل کی مثال
127	قرآن مجید کی قریب	142	اللہ سے تعلق رکھ کر کو
128	اللہ تعالیٰ کی سرمدِ ولایت	142	عشقِ اکبریت
129	اللہ کی رحمت	142	اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا
129	عقرباں کے غم و افسوس	143	غرضِ فیضِ انبیا
130	بابِ اصحابِ جنت میں اللہ	143	انسان کی قبر میں سب سے زیادہ
130	عشقِ حق کی موت	144	بے نقاد کی کوئی جگہ نہیں
131	انسان کی زندگی میں اللہ کی رحمت	144	تیرے میں اللہ کا
131	حضرتِ صلوات اللہ علیہ کی جنت سے اللہ	145	تیرے کی کریم
132	حضرتِ علیؓ کی جنت سے اللہ	145	جنت کی رحمت کی تلافی
132	حضرتِ علیؓ کی جنت سے اللہ	145	پادشاهِ ارشد کے جہاد کا مقام
133	غرضِ فیضِ انبیا کے مشہور اور	146	پادشاهِ ارشد کی جنت کی رحمت
134	سزا کی سزا اور اللہ کی رحمت	146	پادشاهِ ارشد کے جنت کی رحمت
134	اللہ کی رحمت کی موت کو اللہ کی رحمت	155	ارشدِ رحمت
135	اللہ کی رحمت کی رحمت کی رحمت	157	عالمِ رحمت
136	اللہ کی رحمت کی رحمت کی رحمت		
136	اللہ کی رحمت کی رحمت کی رحمت		
137	اللہ کی رحمت کی رحمت کی رحمت		
137	اللہ کی رحمت کی رحمت کی رحمت		
138	اللہ کی رحمت کی رحمت کی رحمت		
138	اللہ کی رحمت کی رحمت کی رحمت		
138	اللہ کی رحمت کی رحمت کی رحمت		



اولیاء اللہ کی سب سے بڑی علامت اور پہچان جو کتب میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے دل میں دنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور آخرت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ دراصل اولیاء اللہ کی اس فکر کا ان کے اصحاب میں منتقل ہونا تو فی اور عملی ہر دو طرح سے ہوتا ہے۔ عملی طور پر تو یہ کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں کو ان کی پوری زندگی اغراض دنیا اور ہوائے نفسانی سے پاک و مضائے الہی میں کوشاں نظر آتی ہے۔ اور اس معاملے میں وہ اتنے باریک بینی سے ہوتے ہیں کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل اور جملہ معاملات کی جزئیات میں غفلت کی فکر آخرت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ تو فی طور پر یوں کہ وہ اپنی مجالس اور مواظبات میں اپنے متعلقین متوسلین اور مریدین کو موت کی یاد دلاتے رہتے ہیں اور یوم آخرت سے ڈراتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس کسی نے بھی شیخ العصر محبوب الخادفین سراج السالکین حضرت مولانا سید الفقار احمد نقشبندی کی مجالس کو باقاعدگی سے پایا اور مواظبات کو سننا اس کا دل النجافی عن دار الغرور و اللہ تعالیٰ دار الخلود کی کیفیت سے سرشار ہونے لگا۔



نترم محمد حنیف صاحب کی یہ ایک قابل قدر کاوش ہے کہ انہوں نے حضرت دامت برکاتہم کے موت کے متعلق بیانات کو موت کی تیاری کے عنوان سے یکجا کر کے ایک مستقل مضمون کی صورت میں پیش کیا۔ یہ چونکہ ایک صاحب دل کی باتیں ہیں جو انہوں نے درد دل کے ساتھ بیان کی ہیں لہذا کتاب کو ایسی قبولیت ملی کہ کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کے پانچ ایڈیشن نکل گئے۔ چونکہ پچھلی اشاعت میں کتابت کی کچھ غلطیاں رہ گئیں تھیں لہذا اب ان کی تصحیح کرتے ہوئے نسبتاً بہتر کمپوزنگ کے ساتھ یہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین محمد آمین

ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی
خادم مکتبۃ الفقیر فیصل آباد
۱۶ دسمبر، ۲۰۰۲ء

www.hanafimedia.com

دیسے تو پوری کتاب ہی موت کیلئے پیش لفظ کی حیثیت رکھتی ہے لہذا پیش لفظ پر پیش لفظ لکھنا ایک لایعنی سی بات نظر آتی ہے۔ تاہم مطالعہ سے پہلے قارئین کو یہ کیوجہ کیلئے کچھ نکات عرض کیے جاتے ہیں۔

زیر نظر کتاب محبوب العلماء والصلحا سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا بیروند اللہ احمد نقشبندی دامت برکاتہم کے موت کی موضوع پر چند پر سوز بیانات کی مجموعہ کی صورت ہے۔ یہ بیانات آپ نے وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر ارشاد فرمائے۔ بیانات میں آپ نے موت قبر اور حشر کا نقشہ کچھ ایسے الفاظ میں کھینچا کہ حاضرین مجلس کو موت اپنی تمام تر حشر سامانوں کے ساتھ اپنے قریب محسوس ہونے لگی۔ اس کو چشم ترکی دولت ملی اور کسی کا عرق نہ امت آنسوؤں کی صورت بننے لگا۔ بیانات کی اس تاثیر کو دیکھتے ہوئے فقیر کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت دامت برکاتہم کی ان فکر انگیز باتوں کو کتابی صورت میں استفادہ عام کیلئے شائع کرنا چاہئے۔ اگر اس کوشش سے کچھ لوگوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے تو محنت وصول ہو جائے گی۔ اسی سوچ کے تحت حضرت کے ان بیانات سے ایک مسلسل مضمون ترتیب دے کر اجازت خواہی کیلئے حضرت دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کر

موت کی تیاری

دیا۔ حضرت جی نے ترتیب کو پسند فرمایا اور اس کا نام ”موت کی تیاری“ تجویز فرمایا۔ چنانچہ حضرت دامت برکاتہم کے فرمودات پر مبنی یہ کتاب حضرت کی دعاؤں اور توجہات کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ حضور دل سے کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اس بات کو مستحضر کریں کہ ”موت کی تیاری“ فقط پڑھنی ہی نہیں موت کی تیاری کرنی بھی ہے۔ فقیر کیلئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ فرمائیں اور انجام صالحین کے ساتھ فرمائیں۔ آمین ثم آمین

دعا گو و دعا جو

فقیر محمد حنیف عفی عنہ

ایم اے۔ بی ایل

موضوع بارخ، بھنگ

انسانی زندگی کی حقیقت:

انسانی زندگی ہوا میں رکھے ہوئے چراغ کی مانند ہے۔ یوزما آدمی جہاں سے سحر ہے تو جہاں آدمی چراغ شام ہے۔ جس طرح ہوا کے جھونکوں میں رکھتا ہے۔ چراغ ایک ہی جھونکے کا تاج ہوتا ہے اسی طرح انسانی زندگی ایک ہی پل کی طرح ہوتی ہے، پلک جھپکنے کی دیر میں انسان اس جہاں سے اگلے جہاں پہنچ جاتا ہے۔

زندگی کیا ہے ٹھہرتا ہوا اک ٹھٹھا سا دیا

ایک ہی جھونکا جسے آ کے بجھا دیتا ہے

یا سر مڑگاں غم کا ٹھہرتا ہوا اک آنسو

پلک جھپکتا جسے مٹی میں ملا دیتا ہے

جس طرح روئے والے کی پلکوں پر آنسو ہوتا ہے کہ بس پلک جھپکتے ہی وہ مٹی میں مل جاتا ہے، یہی انسان کی زندگی کا معاملہ ہے۔ کسی عارف کا قول ہے کہ دنیا

غیر موت کے ایک پیر کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتی۔

نبی اکرم ﷺ کی نظر میں غفلتوں کی پہچان:

چند نو جوان صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اِنَّا نَحْيُ النَّاسَ وَآخِرُ النَّاسِ انسانوں میں سب سے زیادہ غفلت اور بھلاہٹ کو کون ہے؟ فرمایا: اَتَحْسِبُهُمْ ذُكُورًا اِلٰلِغُفُوٰتٍ وہ جو موت کو کثرت سے یاد کرنے والے ہوں وَ اَتَحْسِبُهُمْ اِسْتِغْذَاۃَ اَللِّمُوتِ اور جو موت کی سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں اَوَلَيْسَكَ الْاَتِحْصَاۃُ یہ ہیں غفلت لوگ ذُغْبُوۃً اِبْشَوَافِ اللَّذْنٰۤی وَ شُرَاطِبِۃَ النَّجْوٰۤی یہ لوگ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزدلی لے گئے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اَتَحْسِبُوۤا اِذْ تَحْسَبُوۡهُمُ اِلٰلِغُفُوٰتٍ لِّذٰتِ كُفْرٍ کرنے والی چیز کو اکثر یاد کیا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ! اَوَلَا مَافَاۤیِمْ اَللِّذٰتِ لِّذٰتِ كُفْرٍ کرنے والی چیز کیا ہے؟ قَالَ اَلْغُفُوٰتُ فرمایا، لِّذٰتِ كُفْرٍ کو ختم کرنے والی چیز موت ہے۔

سیدنا عائشہؓ نے ایک بار نبی اکرمؐ سے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا کسی کا حشر شہیدوں کے ساتھ بھی ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں اس کا ہوا اپنی موت کو وہی رات میں جس میں مرتبہ یاد کرتا رہے گا۔

جس طرح کوئی بھی غفلت انسان ہل کے اوپر گھر نہیں بنایا کرتا اسی طرح اللہ والے اس دنیا سے دل نہیں لگایا کرتے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا، اے انسان! تو دنیا کے سامانوں میں لگا ہے اور دینا تجھے اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے۔

اَمْ يَتَوَكَّلُ الذُّلْبَا قَوَاسِمَةً
فَلَيْتَ قَبْرُكَ بَغْدَ الْغُفُوٰتِ يَتَبَعُ

{بلکہ حیرے دنیا کے گھر تو وسیع ہیں کاش کہ تیری قبر مرنے کے بعد وسیع ہوتی}

پیغام فنا:

اگر ہم موت کو بھول بھی جائیں تو پھر بھی دنیا کی ہر چیز ہمیں پیغام فنا دے رہی ہوتی ہے۔ سورج روزانہ طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتے وقت یہ پیغام دے رہا ہے کہ اے انسان! ایک دن تیری زندگی کا سورج بھی ڈوب جائے گا۔ ایک درخت کا جج برپا جاتا ہے۔ پہلے ایک تنہا سا پودا بنتا ہے و پھر تن آ و درخت کی شکل اختیار کرتا اور بالآخر کرب کر جاتا ہے یا فرنیچر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح درخت ہمیں پیغام دے رہا ہوتا ہے کہ اے انسان! ایک دن تیرا وجود بھی رہے گا باقی نہیں رہے گا۔ گویا جس چیز کو زندگی مل جاتی ہے اسے فنا دیا جاتا ہے کہ یہ زندگی ختم ہونے کیلئے ملی ہے۔ کسی نے افلاطون سے پوچھا، فلاں آدمی کی موت کی سبب بنا؟ اس نے کہا اس کی زندگی۔

خلفائے راشدین کے ملفوظات:

سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

كُلُّ اَمْرٍ مُّضْبَعٌ لِّىْ اَعْلٰیهِ وَ اَلْمَوْتُ اَذْنٰى مِنْ شَرِّ اَكْبَ نَعْلٰہِ
(ہر آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ جمع کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تھمے سے بھی قریب ہوتی ہے)

سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا،

كُفِّى بِالْغُفُوٰتِ وَ اَعْظَا بِمَا غَفَرُ (اے عمر! نصیحت کے لئے موت ہی کافی

سیدنا عثمان غنیؓ نے فرمایا:

إِنْ مِنْ تَجْمَعِ الدُّنْيَا بِكَفَيْكَ الْإِسْلَامَ بِنِعْمَةٍ إِنْ مِنْ أَشْغَالِ
الدُّنْيَا بِكَفَيْكَ الطَّاعَةَ مُشْغِلًا وَإِنْ مِنْ الْعِزَّةِ بِكَفَيْكَ
الْمَوْتَ عِزَّةً

(کہ بے شک دنیا کی نعمتوں میں سے تجھے اسلام کی نعمت کافی ہے اور دنیا
کے مشاغل میں سے تیرے لئے اطاعت کا مشغلہ کافی ہے اور بے شک
عبرت حاصل کرنے کے لئے تیرے لئے موت کی عبرت کافی ہے۔)

موت کب آئے گی:

نبی اکرم ﷺ نے اپنے پیاروں سے پوچھا، موت کے بارے میں کیا جانتے
ہو؟ ایک نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی اکرم ﷺ! صبح اٹھتا ہوں تو یقین نہیں
ہوتا کہ رات آئے گی یا نہیں آئے گی۔ دوسرے نے کہا، اے اللہ کے نبی
اکرم ﷺ! میں چار رکعت کی نیت باندھتا ہوں لیکن مجھے یقین نہیں ہوتا کہ
چاروں رکعتیں مکمل بھی ہوں گی یا نہیں ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میرا یہ
حال ہے کہ جب میں نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں اور ایک طرف سلام پھیروں تو مجھے
یقین نہیں ہوتا کہ میں دوسری طرف بھی سلام پھیر سکوں گا یا نہیں۔

میرے دوستو! یقیناً ایک ہلکا بھی بخیر نہ نہیں ہے۔ موت تو کسی وقت بھی

آ سکتی ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں

سلمان ہے سو برس کا لب کی خبر نہیں

پانچ چیزوں کا علم:

حضرت امام مالکؒ نے سترہ سال تک مدینہ منورہ میں درس دیا۔ ایک دفعہ
خواب میں آپ کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے
حضور اکرم ﷺ سے خواب میں ہی پوچھا اے اللہ کے نبی اکرم ﷺ! میں کب
کب آئے گی؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ کی انگلیوں کی طرف اشارہ کر
دیا۔ امام مالکؒ اشارہ کا مطلب واضح طور پر نہ سمجھ سکے۔ لہذا سوچا کہ پانچ چیزیں
پانچ ماہ یا پانچ سال اس سے مراد ہوں گے۔

ابن سرین مشہور تابعی ہیں۔ انہوں نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ پانچ انگلیوں
سے اشارہ کرنے کا مطلب سورہ انفصان کی وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا، میں نے پانچ چیزوں کا علم کسی کو بھی عطا نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ
إِنَّ السَّاعَةَ عِنْدَهُ عَلِيمٌ السَّاعَةِ وَ يَنْزِلُ الْغَيْثُ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَآذَا تَكْبُ ثَعْدًا وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَوْ حِينٍ
تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

(قیامت کب آئے گی؟ یا ریش کس وقت ہوگی؟ ماں کے عین سے بچہ پیدا
ہوگا یا بیٹی؟ انسان اگلے دن میں کیا کرے گا؟ اور انسان کو کس جگہ پر موت
آئے گی؟ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ رب العزت نے کسی کو نہیں دیا۔)

موت کو یاد کرنے کا فائدہ:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اسے تین
کرامتیں عطا ہوتی ہیں۔

پہلی یہ کہ اسے توبہ کی توفیق جلد نصیب ہوتی ہے۔
 دوسری یہ کہ اسے تمغہ کی دنیا پر قناعت نصیب ہو جاتی ہے۔
 اور تیسری یہ کہ اسے عبادت میں نشاط حاصل ہو جاتا ہے۔

دنیا..... قید خانہ اور جنت!!!

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

اَلْغَنَاءُ بِمَنْحِ الْمَوْتِ مِنْ وَجْهَةِ الْكَافِرِ

(دنیا غنم کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے)

یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں پر عمل کرنے کا عہد کر لیتا ہے اس لئے جس طرح ایک قیدی قید خانہ میں اپنی من مرضی نہیں کر سکتا اسی طرح مومن بندے کو بھی دنیا میں اپنی مرضی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور دوسری طرف چونکہ کافروں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں نہیں ڈالا ہوتا اس لئے انہیں اس دنیا میں ہر قسم کی مرضی کا اختیار حاصل ہے۔ وہ جو چاہیں کریں مگر آخرت میں انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لانے اور اپنے آپ کو غلامی میں پیش نہ کرنے کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دی جائے گی۔ اور مومن بندہ چونکہ دنیا میں اپنی مشاء کو فتح رب العزت کی مرضی میں گم کر دیتا ہے اس لئے آخرت میں ان کی ہر خواہش کا احترام کیا جائے گا۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُیْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُوْنَ . تُولَاقِبْنَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ سبحان اللہ یوں ان کی مہمان نوازی کی جائے گی۔

موت کا اعلان:

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِيْ اَفْرِقُ بَيْنَ النَّبَاتِ وَالْاَشْجَابِ
 اَنَا الْمَوْتُ الَّذِيْ اَفْرِقُ بَيْنَ الْاَخِ وَالْاُخُوَابِ
 اَنَا الْمَوْتُ الَّذِيْ اَفْرِقُ بَيْنَ كُلِّ حَبِيْبٍ
 اَنَا الْمَوْتُ الَّذِيْ اَفْرِقُ بَيْنَ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ
 اَنَا الْمَوْتُ الَّذِيْ اُخْرِجُ الْبَيَّارَ وَالْقُصُوْرَ
 اَنَا الْمَوْتُ الَّذِيْ اُغْبِیْرُ الْقُبُوْرَ
 اَنَا الْمَوْتُ الَّذِيْ اُطْلِقُكُمْ وَاَذِلُّكُمْ فِیْ بُرُوجٍ مُّشْتَدَّةٍ وَلَا يَنْفَعُ مَخْلُوْقٌ اِلَّا بِتَقِيٍّ

یعنی:

میں وہ موت ہوں جو نشیوں اور ماؤں میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔
 میں وہ موت ہوں جو بھائی اور بہنوں میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔
 میں وہ موت ہوں جو ہر دوست میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔
 میں وہ موت ہوں جو میاں اور بیوی میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔
 میں وہ موت ہوں جو گھروں اور محلات کو تاراج کر دیتی ہوں۔
 میں وہ موت ہوں جو قبرستان کو آلودہ کر دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو تمہیں تلاش کرتی رہتی ہوں اور تمہیں مضبوط قلعوں میں بھی پالیتی ہوں اور کوئی مخلوق بھی میرا واقعہ چھپے بغیر نہیں رہتی۔

موت کا ذائقہ:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (تم میں سے ہر جی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے)

اب ذائقہ یا تو کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے۔ جس انسان نے اچھی زندگی گزاری ہوگی وہ جب موت کا پیالہ پیے گا تو اسے میٹھا ذائقہ محسوس ہوگا اور جس انسان نے غفلت کی زندگی گزاری ہوگی اس کیلئے وہ پیالہ اتنا کڑوا ہوگا کہ پینا مشکل ہو جائے گا۔ تاہم چارو ناچار اسے پینا ہوگا۔

موت کے بعد انسان کے پانچ حصے:

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ موت کے بعد انسان کے پانچ حصے بن جاتے ہیں۔

ایک تو روح ہے۔ اسے ملک الموت لے کر چلا جاتا ہے۔

دوسرا انسان کا جسم ہے جسے کیڑے کھا جاتے ہیں۔

تیسرا اس کا مال ہے جو اس کے وارث لے جاتے ہیں۔

چوتھا اس کی ہڈیاں ہیں۔ جنہیں مٹی کھا جاتی ہے۔

اور پانچواں اس کی نیکیاں ہیں جو اس کے حق واد قرض خواہ لے جاتے ہیں۔

لہذا ہم کیوں غیبت اور دوسری ایسی باتوں کے ذریعے اپنی نیکیاں ضائع کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے

الْحَسَنُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْخَطَبَ

{ جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اسی طرح حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے }

اسی طرح جب انسان کسی کی غیبت کرتا ہے تو جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کے گناہ دھل رہے ہوتے ہیں اور اس کے سر پہ وہ گناہ چڑھ رہے ہوتے ہیں۔ دراصل ہم اپنے کسی مخالف کی غیبت نہیں کرتے بلکہ اپنے مخالف کو اپنی نیکیاں دے رہے ہوتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا زندوں اور مردوں سے خطاب:

یہ معاملہ تو انسان کے ساتھ ہوگا مگر کیا معلوم ہے کہ اس کے بیوی بچے اور وہاں اسباب کس کھاتے میں جاتے ہیں۔ وہ اس کے کسی کام آتے ہیں یا نہیں؟ مرتبہ حضرت علیؓ قبرستان میں تشریف لے گئے اور وہاں بلند آواز سے کہا،

يَا أَهْلَ الْقُبُورِ أَمْوَالُكُمْ قَسِمَتْ وَ ذَبَاؤُكُمْ سَكِنَتْ وَ بِنَاءُكُمْ دُؤِبَتْ وَ أَوْلَادُكُمْ خُرِمَتْ

اے پیوند خاک ہو جانے والے لوگو! تمہارے مال تقسیم ہو چکے ہیں، تمہاری گھروں میں رہائش رکھ لی گئی ہے، تمہاری بیویوں نے پھر سے شادیاں کر لی ہیں اور تمہاری اولاد میں روز بروز منہ پھیرتی جا رہی ہیں۔

حضرت علیؓ کا یہ تو مردہ لوگوں سے خطاب تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب دفعہ زندوں سے بھی یوں فرمانے لگے کہ:

إِنْ تَحَلَّيْتُ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَ إِنْ تَخَلَّيْتُ الْآخِرَةَ مُقْبِلَةً وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا بَسُونٌ فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ وَ لَا تَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْيَوْمَ غَمَلٌ وَ لَا حِسَابَ وَ غَدًا حِسَابٌ وَ لَا عَمَلٌ

”دنیا دن بدن منہ پھیرتی جا رہی ہے اور آخرت روز بروز قریب آتی جا رہی ہے اور دنیا و آخرت میں سے ہر ایک کی مستقل اولاد ہے۔ تم دنیا

کی اولاد نہ ہو بلکہ آخرت کی اولاد ہو۔ آج کے دن عمل کر لو مگر حساب نہ ہوگا اور کل کے دن حساب ہوگا مگر عمل کی سہلت نہ ملے گی۔

نیا وطن اقامت ہے:

میرے دوستو! ہم پر دیکھی ہیں۔ یہ دنیا ہمارا وطن اصلی نہیں، وطن اصلی تو جنت ہے اور یہ دنیا تو وطن اقامت ہے۔ کچھ مدت کیلئے ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور آزمائے جا رہے ہیں۔ ہم سب مسافر ہیں۔ اور یہ سفر ہر وقت جاری ہے۔ ہم سوتے ہوں یا جاگتے ہوں! ہمیں احساس ہوتا ہے کہ یہاں گری ہو، بیمار ہو یا خزاں ہو، ہم گھڑے ہوں یا پیٹھے ہوں۔ وطن میں ہوں یا وطن سے دور ہوں ہمارا سفر ہر وقت جاری و ساری ہے۔ ہم روزانہ اپنی موت سے قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ افسوس کہ یہ انسان لمبی امیدیں باندھتا ہے جبکہ موت اس کے قریب کھڑی مسکرا رہی ہوتی ہے۔ اور ہماری عقل پر ایسا پردہ پڑ جاتا ہے کہ ہم موت کو بالکل ہی بھول جاتے ہیں۔

پانچ تارکیوں کیلئے پانچ چراغ:

اللہ رب العزت کی نافرمانی کرنے والے تارکیوں کے گڑھے میں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے نکلنے کی راہیں بھی بتائی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

الظلمات خمسٌ والبَرَاجُ ثَمَنُهَا خَمْسٌ، حُبُّ الدُّنْيَا ظُلْمَةٌ وَ
الْبِرَّاجُ لَهَا الثَّمَنُ، الظُّلْمَةُ وَالْبِرَّاجُ لَهَا الثُّبُوتُ، الْقَبُورُ
ظُلْمَةٌ وَالْبِرَّاجُ لَهَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ وَنُورُ اللَّهِ، وَالْآخِرَةُ
ظُلْمَةٌ وَالْبِرَّاجُ لَهَا الْعَمَلُ الصَّالِحُ، وَالْبِرَّاجُ ظُلْمَةٌ

وَالْبِرَّاجُ لَهَا الثَّمَنُ.

یعنی پانچ قسم کی تارکیاں ہیں اور ان کے لئے پانچ قسم کے چراغ ہیں۔

(۱) دنیا کی محبت ایک تارکی ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری اس کا چراغ ہے۔

(۲) گناہ ایک تارکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔

(۳) قبر ایک تارکی ہے اور اس کا چراغ کلہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ وَنُورُ اللَّهِ ہے۔

(۴) آخرت ایک تارکی ہے اور اس کا چراغ نیک اعمال ہیں۔

(۵) پل صراط ایک تارکی ہے، اور اس کا چراغ یقین ہے۔

اگر ان پانچ تارکیوں کیلئے چراغ کا بعد موت نہ کیا گیا تو پھر آخرت کی ساری زندگی تاریک ہو جائے گی۔

دنیا کی بے ثباتی:

کتنے ہی لوگ تھے جنہوں نے ہم سے پہلے ان دیسوں بستیوں کو آباد کیا تھا وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔

کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے محفل کا ہے رنگ وہی

ساقی کی لوازش جاری ہے مہمان بدلتے رہتے ہیں

آج ہم دھرتی پر مہمان ہیں کل نئے چہرے ہوں گے۔ وَ عَادَا وَ فُسُوْدَا
وَ أَصْحَابُ الرُّسْ وَ قُرُوْنَاهُ بَيْنَ ذَلِكُمْ كَثِيْرًا وَ كَثَلَا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَ كَثَلَا
نَبُوْلًا تَنْبِيْرًا ۚ کہو حرم کے دو لوگ؟ عقل تجھس جنہم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْبُعْ لَهُمْ
وَ كَسْرًا آج ان کا تذکرہ میں نہیں رہا۔ بڑی مغرور یوں میں زندگی
گزارنے والے، آج قبروں کے اندر دبے پڑے ہیں اور ہوا ان کی قبروں کی مٹی

اذا رتبہ ہے۔ کیسے بے داغ چہرے تھے اچھا آج دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہ نظام قدرت ہے جو بھی دنیا میں آتا ہے اسے جانا پڑتا ہے۔ اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا، وَمَا جَعَلْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ یہاں ہمیشہ رہنا تو نہیں لکھا۔ یقیناً یہ دنیا ہمیشہ تو نہیں رہے گی۔ یہاں کی ہر چیز فنا کے داغ سے داغدار ہے۔ نہ یہ جوانی ہمیشہ رہے گی۔ نہ یہ بڑھاپا ہمیشہ رہے گا، نہ یہ غم ہمیشہ رہے گا، نہ خوشی ہمیشہ رہے گی۔ میرے دوستو! جب یہاں کی ہر چیز عارضی ہے تو پھر انسان دنیا سے کیوں دل لگائے؟ اسے چاہئے کہ وہ اپنے آخرت والے گھر کو بنائے۔ ہم دنیا سے دل لگائیں گے تو ہم اپنا ہی نقصان کر جائیں گے۔ یاد رکھیں جو انسان دنیا سے دل لگائے گا ایک نہ ایک دن دنیا سے جدا کر دیا جائے گا اور جو انسان اللہ تعالیٰ سے دل لگائے گا ایک نہ ایک دن اللہ سے ملا دیا جائے گا۔

جگہ جی لگانے کا دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہنم کے لئے محنت:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدمی محنت سے تو جنت ملا کرتی ہے۔ اور یہ بات حقیقت ہے کہ ہم بڑی محنت کر کے جہنم خریدتے ہیں۔ مثلاً چوری کرنا ایک بڑا گناہ ہے۔ لوگ اس کیلئے کتنی کٹاف بربادشت کرتے ہیں۔ راتوں کو جاگتے ہیں، دن کا سکون لٹا دیتے ہیں تب جا کر چوری جیسے گناہ کے سر تکب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا طریقہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ منبر پر

تشریف فرماتے۔ صحابہ کرامؓ سامنے حلقہ کی شکل میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، لوگو! اللہ رب العزت سے تم ایسی شرم کیا کر دیجیے اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے کا حق ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ رب العزت سے تو ہم حیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص تم میں سے اللہ جل شانہ، سے حیا کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی رات اس پر ایسی نہ گزرے جس میں اس کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے پیٹ کی حفاظت کرے اور اس چیز کی بھی حفاظت کرے جس کو اس کے پیٹ نے گھیر رکھا ہے اور سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی بھی حفاظت کرے جس کو سر نے گھیر رکھا ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ موت کو یاد رکھے اور اس بات کو یاد رکھے کہ مرنے کے بعد سارے کا سارا جسم شگفتہ ہو کر خاک ہو جائے گا۔ اور ضروری ہے کہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔

علماء نے لکھا ہے کہ سر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سامنے نہ جھکے، نہ عبادت کیلئے نہ تعظیم کیلئے حتیٰ کہ بنگ کر سلام بھی نہ کرے۔ اور جن چیزوں کو سر نے گھیر رکھا ہے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ، کان، نرانا، یہ سب چیزیں سر کے تحت میں داخل ہیں ان سب کی حفاظت کرے۔ اسی طرح پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ مال سے حفاظت کرے اور جس چیز کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیٹ کے قریب ہیں۔ جیسے شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور دل کہ ان سب چیزوں کی حفاظت کرے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو کثرت سے پڑھنا مستحب ہے۔

ماننا نہ کریں وارثاں دا:

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ موت برحق ہے مگر کفن کے ملنے میں شک ہے۔ کوئی شخص جانتا کہ کس حال میں موت آئے گی۔ کئی مرتبہ اخبارات میں پڑھا کہ علاقہ کے بڑے معزز آدمی کو پردیس میں ایسے حال میں موت آئی کہ لوگوں نے انہیں لا دمارٹ سمجھ کر دفن کر دیا۔ اس وقت مرد نے دلی کوئی ایک آنکھ بھی نہیں تھی۔

دارت مان نہ کریں وارثاں دا
تے رب پے وارثا کر مار دا ای

ایک زمیندار کی بے گورد کفن لاش:

سرگودھا کے ایک آدمی کو دشمنوں نے قتل کر کے دریا کے جہلم میں پھینک دیا۔ وہ دریا کے پانی سے گزرتا ہوا خیر میں آ گیا۔ اس کی لاش خراب ہو گئی۔ ایک روز اسے پولیس والوں نے نکال کر ایک ہسپتال والوں کے حوالے کیا کہ یہ ایک مسلمان کی میت ہے اس کو دفن کر دو۔ لاؤ ڈسپنسر کھلا اور اعلان ہوا کہ بے دارتی میت ہے کفن کیلئے دو دو چار چار آئے لاؤ۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کی دو بیویاں تھیں چار بیٹوں کا باپ تھا اور پندرہ مرتبہ زمین کا مالک تھا۔ اتنے بڑے زمیندار کو چندے کا کفن پہنایا گیا۔

کسی کی ایک طرح پر ہنس ہوئی نہ انہیں
عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

یہاں دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ آئے، ملوک و سلاطین آئے مگر اس دنیا سے اپنا مال و متاع آگے لے کر نہ چائے۔ حتیٰ کہ جب ان کی قبر بنائی گئی تو ان کی

قبر میں نیچے کوئی قالین بھی نہ بچایا گیا، کوئی ٹکڑا کپڑا بھی نہ رکھا گیا، وہاں کوئی روشنی کا بندوبست بھی نہ کیا گیا میت کے قد کے حساب سے قبر کی پیمائش کی جاتی ہے۔

دو گز زمین کا ٹکڑا چھوٹا سا خیرا گھر ہے

عبرت کے نشانات:

یہ عالیشان عمارت اور مکانات میں زندگی گزارنے والا انسان آئندہ کیسے ایسے گھر کی طرف جا رہا ہوتا ہے جہاں یہ اپنے گناہوں کو دیکھ کر بیٹھ نہیں سکے گا۔ اس قبر اس کیلئے اسی صورت میں جنت کا باغ بنے گی، جب اس نے قبر کی تیاری کی ہوگی۔ قبر ہمارے لئے عبرت کا ایک مقام ہے۔ ایک عارف کہا کرتے تھے کہ دوست! قبر پر غور کرو اور دیکھو کہ کیسے کیسے سینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔ بے داغ چہرے تھے، ناز و نفرت میں ملے لوگ تھے جو دنیا میں اپنی ساری مرضی کی زندگی گزارتے تھے جو عیش و آرام کی زندگی گزارتے تھے جو محفل کے اندر و مغرب میں مسکرائیں تبسم کرتے تھے اور لوگ ان کے چہروں کو دیکھتے رہ جاتے تھے لیکن موت نے ان کو مٹی میں ملا دیا، گیزروں نے ان کے گوشت کو کھا لیا۔ آج ان کی ہڈیاں بوسیدہ پڑی ہوئی ہیں۔ آج ان کی قبر اگر کھود کر دیکھی جائے تو وہ عبرت کے نشانات بنے ہوئے ہیں۔ کہاں گھرے ان کے ذوق برق لباس جو وہ پہنا کرتے تھے؟ کہاں گھنٹیں وہ چیزیں جن کو صاف کر کے اور سیٹ کر وہ رکھا کرتے تھے؟ کہاں گھرے ان کے وہ معاملات جن کی خاطر وہ جان دیا کرتے تھے؟ وہ کاروبار وہ رہا وہ مال نہ رہا عزیز و اقارب نہ رہے۔ سب چیزیں جہنم چھوڑ کر یہ اکیلے اس دنیا سے اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ایک نوجوان کسی گھر کے حالات اور مال کی

اے عمدہ غذا کے دلدادہ اکیڑوں کی غذا بننا نہ بھول۔

اے ایمان کی دولت سے غفلت برتنے والے! موت کے وقت کی مغفلی کو نہ بھول۔

بادشاہ کی آنکھ:

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ایک آدمی اپنے مکان کے باہرے میں بیٹھا ہے بھائی سے جھگڑ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا یہ میرا مکان، یہ میرا مکان، تو اللہ رب العزت نے ان کی ہدایت کیلئے ایک واقعہ رونما کر دیا۔ مکان کی دیوار میں ایک اینٹ ٹپکی ہوئی تھی اس میں سے آواز آنے لگی کہ میری ملکیت پر جھگڑا کرنے والو! یہ کھڑے سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کون ہوں؟ وہ پہلے تو گھبرائے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ وہ اےٹ کہنے لگی کہ میں ایک بادشاہ کی آنکھ تھی۔

بادشاہ ایک ملک کا حکمران تھا اور دنیا میں اس نے بڑے بخش و آرام کی زندگی گزار دی تھی۔ جب اس کی موت آگئی تو اس کو قبر میں دفنایا گیا۔ اس کو کپڑوں میں لپیٹ لیا اور وہ مٹی بن گیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں مٹی کے وہ ذرات ہوں، جو کسی دور میں اس بادشاہ کی آنکھ تھی۔ ان آنکھوں سے وہ غیروں کو محبت کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ میری حالت تو دیکھو کہ آج اینٹ بنی ہوئی ہوں اور مکان کے اندر لگی ہوئی ہوں۔ تم بھی ایک دن ایسی طرح مٹی بنے پڑے ہو گے۔ میرے دوستو! ہم میں سے ہر ایک کو موت کی تیاری کرنی ہے اس لئے کہ جو دن اللہ رب العزت کی رضا کے بغیر گزر گیا وہ ہمارے سر کے اوپر بوجھ ہے۔

یہاری کے متعلق بتاتے ہوئے کہنے لگا۔ "میرے والد صاحب مرتے مرتے بچے ہیں" کسی بزرگ نے یہ بات سنی تو فرمایا "غریب! میرے والد صاحب بچے بچے مر رہے تھے" جب انجام موت ہی ہے تو کیوں نہ آخرت کیلئے پایہ رکاب رہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَنْ يَبْقِيَ الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِدٌ مُّبْتَلٍ

(دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر ہو یا راستہ چلنے والا مسافر ہو یا ہے)

نہیں آیا وہ جو کہ باقی رہا
نہ ساغر رہا اور نہ ساقی رہا
نہ پوچھو میری انتہا موت ہے
وہ بھرم ہوں جس کی سزا موت ہے

عبرت کا سامان:

ایک بزرگ نے کسی قبرستان میں مراقبہ کیا۔ کسی نے پوچھا، حضرت! آپ نے قبرستان والوں کو کس حال میں پایا؟ فرمایا، ان کو اپنی عقلیت پر اتنی حسرت ہے کہ اگر ان کی یہ حسرت لوگوں پر تقسیم کریں تو وہ سب پاگل ہو جائیں۔
میرے دوستو! اللہ العزیز کو قبرستان میں جانا مسنون ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان وہاں جا کر اس "شہر خاموشاں" سے عبرت حاصل کرے۔

اقوال دانش:

اے خوب صورت لباس کے تریس، اکفن کو نہ بھول۔

اے محلات کے شیدائی! قبر کے گڑھے کو نہ بھول۔

ایک نصیحت آموز حکایت:

ایک آدمی نے اپنے لئے ایک خوبصورت محل بنوایا۔ دوستوں نے مشورہ دیا کہ تم اس کیلئے شاعر اور دھوت کا اہتمام کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ شہر کے لوگوں کو بلایا اور اپنے محل میں اس نے ایک تخت بنوایا۔ وہ تاج پہن کر اس تخت پر بیٹھ گیا۔ اسے محل دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے اپنے خادم کو بھیجا کہ پتہ کرو یہ کون ہے۔ جب خادم نے دروازہ کھول کر دیکھا تو اسے ایک بوڑھا سا آدمی نظر آیا اور اس نے اس سے کہا کہ جاؤ اپنے مالک کو بتادو کہ ملک الموت آئے ہیں۔ یہ خبر ان پریشان بھاگا واپس آیا اور آکر کہا کہ ملک الموت آئے ہیں اور دروازہ کھٹکنا دے ہیں۔ اس نے سنا تو اس کے پیچھے چھوٹ گئے۔ اس نے خادم سے کہا کہ اسے وہ ہیں سے کوئی بیان نہ کر کے ناروغ کر دو۔ ابھی یہ بات کہی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ بوڑھا قریب پہنچ چکا تھا۔ اب بوڑھے نے اسے گھبراہٹ اور کہا کہ تو بہانے بتاتا ہے کہ مجھے واپس بھیجنا، میں اپنے وقت پہ آتا ہوں اور جب آتا ہوں تو میں روع قبض کئے بغیر واپس نہیں جاتا۔ میں انسان کے سینے پہ پھجکاڑتا ہوں اور میں اس کی روع کو قبض کر لیتا ہوں اور جب اس کی روع کو قبض کرتا ہوں تو باقی رونا شروع کر دیتے ہیں۔ میں مکان کے کونے میں گھمزے ہو کر گھبتا ہوں کہ اسے رونے والا اتم اس میت پر رورہے ہو۔ مجھے تو ابھی پھر یہاں آنا ہے اور تم میں سے جتنے زندہ ہیں اتنی مر جہ آ کر روعوں کو لے کر جاتا ہے۔ مگر وہ آواز رونے والے سن لیں تو رونا چھوڑ دیں اور انہیں اپنی اپنی نگرانی چائے۔

بے غرض صحبت:

آج کا انسان کہتا ہے میری بیوی، میرے بچے، میرا مکان، میری دکان،

میری تنہا بات، میرا فلاں اور میرا فلاں۔ اور کل کو پتہ چلے گا کہ میرا تو کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ تو ادھار کا مال تھا جو پروردگار نے کچھ عرصہ دے کر مجھ سے واپس لے لیا۔ کوئی بھی اپنا نہیں۔ ہاں اگر اچھا ہے تو فقط اللہ رب العزت ہے۔ وہ اسکی ذات ہے کہ جو انسان کے ساتھ بغیر کسی مطلب کے محبت کرنے والی ہے۔ بیوی بچے، عزیز اقارب، دوست احباب کو کوئی نہ کوئی مطلب ہوتا ہے، حتیٰ کہ ماں باپ کے دل میں بھی کوئی نہ کوئی بات ہوتی ہے کہ بڑھاپے میں یہ بیٹا کام آئے گا۔ اگر بے غرضی تعلق ہے تو فقط اللہ رب العزت کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ اس لئے بندے کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے مولا سے دل لگائے اور اسی کو منائے کیونکہ پروردگار کے پاس جانتا ہے۔

ملک الموت کے قاصد:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ ملک الموت سے فرمایا کہ ملک الموت! تو اپنے آنے سے پہلے کوئی پیغام بھیج دیا کر۔ ملک الموت نے عرض کیا، اے نبی! پیغام! قاصد تو بڑے بھیجے جاتے ہیں مگر لوگ تو ان کے پیغام کو سنتے نہیں۔ پوچھا، وہ کونسے؟ اسے اللہ کے نبی! دانت کا ٹوٹ جانا بھی پیغام ہے، بیٹائی کا کمزور بننا بھی پیغام، انسان کے بالوں کا سفید ہو جانا بھی پیغام۔ یہ سب پیغام ہی تو ہیں کہ میاں! تیرا وقت گزر رہا ہے، تیری کھیتی پک رہی ہے، اور جب کھیتی پک پائی ہے تو درانتی چانتی ہے۔ اس کو کانا جانا ہے۔ جب یہ کھیتی پک جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کھیتی کو بھی کاٹ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موت کیوں دیتے ہیں؟

ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ رب العزت سے پوچھا، اے اللہ! آپ لوگوں کو پیدا کر کے مارتے کیوں ہیں؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، زمین میں بھٹی کر دے۔ حضرت موسیٰؑ نے زمین میں گندم کی فصل کاشت کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد فصل پک کر تیار ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے جب دیکھا کہ فصل پک چکی ہے تو اس کے کانٹے کی ٹکری۔ چنانچہ فصل کاٹ دی گئی۔ دانے اور بھوسا الگ الگ کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اسے میرے پیارے موسیٰؑ! تو نے گندم کو کاٹ کر دانے اور بھوسا الگ الگ کیوں کر دیئے؟ عرض کیا، اے میرے پروردگار! فصل پک چکی تھی اس لئے کاٹ دی ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے فرمایا، اے موسیٰؑ! میں بھی تو یہی کرتا ہوں کہ جب لوگوں کی زندگی کی فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے تو میں اس کو کاٹ دیتا ہوں اور دانے کی مانند لوگوں کو جنت میں داخل کر دیتا ہوں اور بھوسے کی مانند لوگوں کو جہنم میں داخل کر دیتا ہوں۔

موت کے وقت پردوں کا کھلنا:

میرے دوستو! دنیا کا غم بھی عارضی ہے اور دنیا کی خوشیاں بھی عارضی ہیں۔ آج آپ اپنے ارد گرد نظر دوڑا کر دیکھیں۔ حالات پوچھ کر دیکھیں تو آپ کو ہر انسان کی نہ کسی درجے میں پریشان نظر آئے گا۔ کوئی کاروبار کی وجہ سے پریشان، کوئی اپنی صحت کی وجہ سے پریشان، کوئی اولاد کی وجہ سے پریشان، کوئی نوکری کی وجہ سے پریشان، کوئی مکان کی وجہ سے پریشان، کوئی میاں بیوی کے جھگڑوں سے پریشان، کوئی اپنی اولاد کے سسرال کی وجہ سے پریشان، کوئی پردہ سبوں سے

پریشان، کوئی اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے پریشان۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج ہماری زندگی میں آخرت کی فکر نہیں ہے جس کی وجہ سے پریشائیاں موسلا دھار بادش کی طرح آ رہی ہیں۔

ب دریں دنیا کسے بے غم نہ باشد

اگر باشد بنی آدم نہ باشد

(اس دنیا میں کوئی بھی بے غم نہیں۔ اگر کوئی ہے تو پھر وہ بنی آدم کی نہیں ہے)

آج تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں بہت زیادہ پریشائیاں تھیں۔ اور آخرت پریشائیاں بھولی ہوئی ہیں مگر جب ظاہر کی آنکھ بند ہوگی تو پھر ہماری آنکھوں پر دس ٹھیکس لگے کہ ہم کس طرح کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یاد رکھیں کہ موت وقت شیطان مرد ماں باپ یا دوست کی شکل میں آ کر انسان کو بددین ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اس فتنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی نہیں بچ سکتا۔ حضرت کعب احبارؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے موت کو پہچان لیا اس پر دنیا میں جہنمیں اور نگر میں آسان ہو گئیں۔

عالم نزع میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ نرمی:

نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی بیمار تھے۔ آپ ﷺ عبادت کیلئے تشریف لے گئے۔ ابھی آپ ﷺ وہاں پہنچے ہی تھے کہ اس نے میں ملک الموت آگئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ملک الموت نے اپنی انگلی ان کے سینے کے اوپر رکھی اور اس صحابی کی روح قبض کی۔ آپ ﷺ نے ملک الموت سے فرمایا کہ ذرا آسانی کرنا۔ ملک الموت نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے اللہ رب العزت

نے پہلے ہی حکم فرما دیا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کے ہر صحابی کی روح کو تو نے آسانی کے ساتھ قبض کرنا ہے، اس لئے میں نے ایک انگلی سے آپ ﷺ کے اس غلام کی روح قبض کی ہے۔ اگر کسی اور کی روح قبض کرنی ہو تو میں اس کے سینے کے اندر قبضہ گاڑ دیا کرتا ہوں۔

نزع کے وقت کی تکلیف:

حدیث پاک میں ہے کہ:

”اگر جانوروں کو اپنی موت کا تمہاری طرح علم ہوتا تو تم کو کوئی سونا جانور کھانے کو نہ ملتا۔“

غور کیجئے کہ اگر کسی کی انگلی کئے تو کتنا درد ہوتا ہے۔ کس لئے؟ اس لئے کہ جو انگلی کٹ گئی، اس حصہ میں سے روح نکل کر بقیہ جسم میں سٹ گئی۔ اب اگر اس انگلی میں سے روح نکلتے کی اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب پورے جسم سے روح نکل رہی ہوتی ہے اس وقت تکلیف کا کیا عالم ہوتا ہوگا۔ ایک مثال دے کر سمجھایا گیا، اگر کانٹوں والی ایک ٹہنی انسان کے جسم میں داخل کر دیں اور یک دم اس کو کھینچ لیں تو جیسے پورے جسم میں کانٹے چھپنے ہیں، اور اس کی تکلیف محسوس ہوتی ہے، اسی طرح موت کے وقت انسان کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ دوسری مثال دے کر فرمایا کہ موت کے وقت انسان کو اس قدر تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے زندہ بکری کی کھال کھینچنی چاہ رہی ہو۔ حضرت علیؓ جب جہاد کا خطبہ دیتے تو اس وقت مجاہدین سے فرماتے، اے مجاہدو! اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤ گے تو تمہیں بالکل تکلیف نہیں ہوگی اور اگر گھر پر جا کر مرو گے تو تمہیں قینچیوں سے کترنے سے زیادہ تکلیف ہوگی۔ بعض اوقات فرماتے کہ رنگ میں بھونکنے سے بھی زیادہ تمہیں تکلیف

ہوگی۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے کفر کو رادہ کو پہنچ چکے ہیں۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ موت کی تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے۔

بلکہ حضور ﷺ نے موت کی سختی کے بارے میں فرمایا

وَاللَّهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَقْلَمُ لَضَجَّحْتُمْ قُلُوبًا وَ لَتَبَكَّيْتُمْ عَجِيرًا وَلَا تَلَذُّذْتُمْ بِالْفَسَاءِ عَلَى الْفَرَثَاتِ

(خدا کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر تم بھی جانتے تو تم کم ہنستے، زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی مورتوں سے لطف اندوز نہ ہوتے)۔

موت کی سختی:

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت دل کی رگ کو چھو لے گا، اس وقت آدمی لوگوں کو پہچان نہیں سکتا، زبان بھی بند ہو جاتی ہے اور دماغ سب چیزیں بھول جاتی ہیں۔ اس وقت اتنی شدید تکلیف ہوتی ہے کہ اگر اس وقت موت کا نشہ سوار نہ ہو تو قریب بیٹھنے والوں پر ٹکرا پھلانے لگ جائے۔

موت کی کیفیت:

حضرت عمر بن العاصؓ اپنی مفاہوں میں اکثر کہا کرتے تھے کہ معلوم نہیں کہ مرنے والے اپنے آخری وقت کی کیفیت بیان کیوں نہیں کرتے؟ جب ان پر جان کنی کا عالم طاری ہوا تو جینے نے کہا، ابا جان! اب آپ ہی اپنی کیفیت بیان کر دیں۔ آپ نے فرمایا، بیٹا! ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میرا جسم آگ کے تختے پر ہے سوئی کے ناکے سے سانس آ رہی ہے اور احد پہاڑ میرے سینے پر رکھ دیا گیا ہے۔

نمازی آدمی کیلئے کلمہ طیبہ کی تلقین:

ایک روایت میں آتا ہے کہ ملک الموت نمازوں کے وقت میں آدمیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ جو جو آدمی وقت پر نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں ان کو انکی وفات کے وقت خود ہی کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔ اب آپ خود بتائیں کہ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ ہمیں ملک الموت موت کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین نہ کرے۔

ایک شرابی کی موت کا منظر:

جو لوگ اپنا بد اعمالیوں سے اللہ رب العزت کو ناراض کر لیتے ہیں اور پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں دھرتے رہتے ہیں ان کی موت بھی اسی حال میں ہوتی ہے۔ ان کے آخری لحظات میں ان کی زبان پر وہی کچھ آتا ہے جو ان کے دلوں میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ بصرہ میں ایک بزدلگ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے کا لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے لگے لیکن اس کی زبان سے نکل رہا تھا، شراب کا گلاس تو بھی پی چکے بھی پلا، تو بھی پی چکے بھی پلا۔ اَسْتَغْفِرُ اللہ

ایک غافل کی موت کا منظر:

اسی طرح ایک اور شخص کا انتقال ہونے لگا۔ لوگ اس کو کَلَّا اِنَّهٗ بِاللّٰہِ پڑھنے کی تلقین کر رہے تھے مگر چونکہ وہ کسی چیز کے بیچنے کا کاروبار کرتا تھا اور نمازوں وغیرہ کی پروا نہیں کرتا تھا اس لئے وہ جواب میں کہنے لگا، دس دس روپیہ، گیارہ گیارہ روپیہ، بارہ بارہ روپیہ۔

سفر آخرت کی منازل

میرے دوستو! آخرت کے سفر کی پانچ منزلیں ہیں۔

پہلی منزل:

پہلی منزل سکرات کی منزل ہے۔ مرنے سے پہلے جب انسان کی سانس اُٹھ جاتی ہے اس وقت کو سکرات یا نزاع کی کیفیت کہتے ہیں۔ یہ کیفیت ظاہری ہو سکتی ہے پہلے انسان کے لئے تو یہ کاروانِ کھلا رہتا ہے۔ اس وقت نیک آدمی کے استقبال کیلئے جنت سے فرشتے آتے ہیں۔ لیکن وہ ہے کہ بعض آدمیاء کو موت سے پہلے انداء آتی ہے۔ يٰۤاَنفُسُ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ ۝ اِذْ رَجَعِيْٓ اِلٰی رَبِّكِ ۝ وَاجْنِبِيْٓ مُوَجِحِيْہٖ ۝ فَاَدْخِلِيْٓ فِیْٓ عِبَادِیْ ۝ وَادْخِلِيْٓ جَنَّتِیْ ۝ اور جب گوار آدمی کی موت کا وقت آتا ہے تو اس وقت جہنم سے فرشتے آتے ہیں۔ ان کے پاس جہنم کے ہتھوڑے ہوتے ہیں۔ اس کی روح قبض کرتے ہوئے فرشتے بدوہ سے ناک پر چادر رکھ لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کر کے دکھایا۔

دوسری منزل:

انسان کے سفر آخرت کی دوسری منزل قبر ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر نہ سمجھو بلکہ یا تو یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ جب کسی نیک آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے۔ کہ دنیا میں جتنے انسان تھے مجھے ان میں سب سے زیادہ محبت تمھیں تھی۔ اب تو میرے پاس آیا ہے، اب میرا حسن سلوک بھی

دیکھنا۔ اس کے بعد وہ قبرستانی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک اس مردے کی نظر پاتی ہے وہاں تک قبر وسیع ہو چکی ہوتی ہے۔ اور جب کسی فاسق اور گناہگار آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ دنیا میں جتنے انسان جیسے تھے ان سب میں سے مجھے تجھ سے زیادہ عزت تھی۔ اب تو میرے پاس آبا ہے تو میرا سلوک بھی دیکھنا۔ اس کے بعد قبر اس کو اتار دیتی ہے کہ ایک طرف کی پٹیلیاں دوسری طرف۔ کی پٹیلیوں میں تمہیں حالتی ہیں۔

تیسری منزل:

سفر آخرت کی تیسری منزل دستر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مشرک ایک دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ کافروں کیلئے پچاس ہزار سال کا دن ہو گا مگر اللہ والوں کیلئے چند لمحوں کے برابر ہو گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان والوں کیلئے قیامت کا دن فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے برابر ہو گا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ کبریٰ فرماتی ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے مختصر نماز فجر کی دو سنتیں ہوا کرتی تھیں۔ جنہیں روایات میں آتا ہے کہ سورج کی سات آنکھیں ہیں۔ اس وقت ایک آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ روزِ محشر ساتوں آنکھیں کھولے گا۔ اس وقت نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ ہر انسان اپنے گنہگاروں کے بعد اپنے سینے میں ڈوبا ہوا ہو گا۔ کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو گلے تک پیو نہ ہو گا۔ یہی نہیں کہ صرف پیسہ ہو گا بلکہ وہ پیسہ میں جمل رہا ہو گا۔ لیکن بعض مستحقین کو اتنا تھوڑا پیسہ آئے گا جتنا بیت الخلاء میں بیٹھنے والے کو آتا ہے۔ اس دن اللہ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ سات قسم کے بندے اس دن اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے۔ ایک عاقل و باوفا، دوسرے وہ جو ان جو جوانی میں اللہ

کی عبادت کرتا ہو، تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی پر ان کا اجتماع ہو اسی پر ان کی جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہے کہ مجھے اللہ کا ذرا مانع ہے۔ پھنک دیا جائے اس کی طرح لپٹے سے صدمہ کرے۔ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور اس کے آنسو بہتے لگیں۔

اس دن کسی شخص کے قدم بھی اس وقت تک اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکیں گے جب تک کہ وہ چار سوالوں کے جوابات نہیں دے لے گا۔ اس سے سوال یہ کیا جائے گا کہ اپنی عمر کن کاموں میں گزاری؟ دوسرا سوال یہ ہو گا کہ کیا جسم کی توانائی کہاں خرچ کی؟ تیسرا سوال یہ ہو گا کہ اپنے علم پر کس قدر عمل کیا؟ چوتھا سوال یہ ہو گا کہ مال کن ذرائع سے حاصل کیا اور کن کن کاموں پر خرچ کیا؟

چوتھی منزل:

چوتھی منزل میزان کی منزل ہے کہ ان موقعوں پر کوئی آدمی بھی کسی دوسرے کا پرسان حال نہیں ہو گا۔ ان میں سے ایک میزان کا موقع ہے۔ میزان کے وقت ہر انسان کو یہ خطرہ ہو گا کہ معلوم نہیں کہ میرے ٹیک اعمال کا پلڑا بھاری ہے یا گھٹا ہوں گا۔

پانچویں منزل:

سفر آخرت کی پانچویں منزل پلِ صراط ہے۔ یہ ایک ایسا پل ہو گا جو پل سے

زیادہ بار یک اور گوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس پر سے ہر آدمی کو گزرنا پڑے گا۔ یہ بل بالکل اندھیرے میں ہوگا۔ ایمان والے لوگ جب اس کے اوپر سے گزریں گے تو ان کے پاس ایمان کا نور ہوگا۔ اور جو لوگ کافر ہوں گے ان کے پاس نور ہی نہ ہوگا۔ وہ ایمان والوں سے کہیں گے کہ بھئی! ہمیں بھی اپنی روشنی سے فائدہ اٹھانے دو۔ وہ ان سے کہیں گے کہ نہیں یہ روشنی تو دنیا میں ملا کرتی ہے۔ اس کے بعد ایمان والوں اور کافروں کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی جس کی وجہ سے وہ بالکل ہی اندھیرے میں رہ جائیں گے۔

قیامت کے دن لوگ اپنے گناہوں کی شکل کے مطابق کھڑے کئے جائیں گے۔ کچھ کے چہرے پر نور ہوں گے اور کچھ کے سیاہ۔

تکبر کی حالت:

میرے دوستو! جب کوئی بندہ اونچا بول بولتا ہے۔ تو اللہ رب العزت کا قصہ بھڑکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الْكِبْرِيَاءُ وَذُلِّيْ (بلندی اور حقست میری چادر ہے)

کوئی اور ایسا بول زبان سے کیسے نکال سکتا ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قد چوٹی کے برابر بنا دیں گے۔ یہ کس لئے؟ اس لئے کہ دنیا میں وہ تکبر کرنے والا تھا۔ اونچے بول بولنے والا تھا۔ روز محشر اللہ رب العزت اس کو اتنا چھوٹا قد دیں گے تاکہ ساری مخلوق مسل مسل کر آگے گزرے اور اس کی ذلت درموائی ہو۔

احکام الہی سے منہ موڑنے والے کی حالت:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی شریعت کے احکام سے آنکھ بند کر کے

زندگی گزارتا رہا، قرآن حدیث کی باتوں سے اس نے آنکھ کو بند کیے رکھا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ہم اندھا کھڑا کریں گے۔

غیروں سے سوال کرتے والے کی حالت:

ایک وہ آدمی جو غیر کے سامنے سوال کرتا ہے، فقیر بنتا ہے، اس کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرے پر سب گوشت ختم کر دیں گے، چہرے پر فقط پٹریاں ہی پٹریاں ہوں گی۔ کس لئے؟ اس لئے ہوگا کہ ہمارے غیر کی طرف جھٹکتا تھا، اسے سلام کرتا تھا اور اس سے سوال کرتا تھا۔ آج کے دن اس کے چہرے کی روٹی ختم کر دی جائے گی۔ سب اسے دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ اللہ کو جھوٹ کر غیروں کے سامنے دست سوال دراز کرتا تھا۔

نا انصافی کرنے والے کی حالت:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی کی دو بیویاں ہوں گی اور وہ ان کی انصاف نہیں کرتا ہوگا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو نالغ زندہ آدمی کی طرح نکھڑا کرے گا اور لوگ دور سے ہی پہچان لیں گے کہ یہ نا انصافیوں کی زندگی گزارنے والا بندہ ہے۔

دین کو فروخت کرنے والوں کی حالت:

بعض لوگوں کے پیٹ بہت بڑی دیک کی مانند ہوں گے۔ ان کے پیٹوں کے اندر انگارے بھرے ہوئے ہوں گے۔ وہ انگارے ان کو جلا رہے ہوں گے اور یہ جلا رہے ہوں گے یہ لوگ کون ہوں گے؟ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دین کو چند پیسوں

سوئی کے تار کے سے سانس آ رہی ہے اور احد پہاڑ میرے سینے پر رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن ذر کی کسر نفسی:

امام ابو حنیفہؒ ایک وقت حضرت عمر بن ذر کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ پوچھا، کیا حال ہے؟ فرمایا، کیا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دے؟ ہمارے سینوں میں تو حید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے پروردگار! اس شخص کی مغفرت فرما جو جاوید گردن کی حالت پر ہے۔ انہوں نے کہا تمہارے پروردگار عالم پر ایمان لائے۔

غم اور خوشی کا سبب:

کتاب المتعاقب میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس نے غم تو اس بات پر پہنچا تھا کہ وہ جنت سے نکلنے کا ذریعہ بنا۔ مگر خوشی اس بات کی ہوئی کہ خطا کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کی طرف منسوب کر دیا۔ فرمایا، **لَهُمَا فِيهَا الشَّيْطَانُ** شیطان نے ان دونوں کو لغزش میں ڈال دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تار سرد کو دیکھا تو غم ہوا لیکن جب اسے **بُسْرًا وَسَلَامًا** پایا تو خوشی ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام والدہ کو غم تھا کہ بیٹے کو دریا میں ڈال دیا مگر خوشی ہوئی کہ فرعون بھی دریا میں ڈوبا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب بیٹے کا خون آلود کرت دیکھا تھا تو غم ملا لیکن جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص بھیجی تو بینائی بھی انہیں واپس مل گئی۔

اصول یہ نکلتا ہے کہ جو چیز غم کا سبب بنے خوشی کا سبب بھی وہی بنتی ہے۔ پس جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے غم زدور ہے گا وہ روز محشر بلا حساب کتاب کے بخشا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوشی بھی اسی کو ہوگی۔

کی خاطر فروخت کرنے والے ہوں گے اُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وہ اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں وَلَا يَكْبِتُهُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے ہرگز کام نہیں کرے گا وَلَا يَسْخَرُهُمْ اور نہ ان کو سخر کرے گا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کی حالت:

وہ آدمی جس نے دنیا میں کسی دوسرے کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہو گا اس کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ سات زمین نیچے تک بتنا زمین کا ٹکڑا بنے گا وہ سارے کا سارا قیامت کے دن اٹھا کر اس کے سر پر رکھا ہوا ہوگا اور وہ اس حال میں کھڑا ہوا ہوگا۔ ساری دنیا دیکھے گی کہ اس نے کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا۔ میرے دوستو! ہم تو اتنی ہی ہمت کے مالک ہیں کہ ہمارے لئے سر پر ایک بالٹی اٹھانا مشکل ہے، ہم اتنی بڑی زمین کا بوجھ کیسے اٹھا سکیں گے؟ لیکن پھر بھی ہم کسی دوسرے کے کئی کئی ایکڑ اور کئی کئی مربع پر قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی جائیداد بتائی ہوئی ہے۔

سوت کی کیفیت:

حضرت عمرو بن العاصؓ اپنی محفلوں میں اکثر کہا کرتے تھے کہ معلوم نہیں کہ مرنے والے اپنے آخری وقت کی کیفیت بیان کیوں نہیں کرتے؟ جب ان پر جان کنی کا عالم طاری ہوا تو بیٹے نے کہا، ابا جان! اب آپ ہی اپنی کیفیت بیان کر دیں۔ آپ نے فرمایا، **یَا اَيُّهَا النَّاسُ** ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میرا جسم آگ کے تختے پر ہے

ملک الموت کی موت:

میرے دوستو! ایک وقت آئے گا کہ موت لانے والے فرشتے کو بھی موت آ جائے گی۔ حضرت محمد بن کعب قرظیؓ فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں ملک الموت پر موت آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اسے حکم دیں گے کہ اے ملک الموت! تو مر جا، تو اس وقت کے بعد وہ ایک ایسی چیخ مارے گا کہ اگر اسے سب آسمانوں اور زمین والے سن لیں تو گھبراہٹ سے مر جائیں۔ اس کے بعد اس پر موت واقع ہو جائے گی۔ حضرت زید الغیریؓ بھی فرماتے ہیں کہ باقی مخلوقات سے زیادہ ملک الموت پر موت سخت ہوگی۔

ملک الموت کا کام:

انسان کو دھن و دولت کمانے کی فکر رہتی ہے اور موت کو بالکل ہی بھول جاتا ہے۔ کاروباری حضرات اپنا حساب کتاب ٹھیک ٹھاک رکھتے ہیں۔ جو دینا ہو وقت پر دیتے ہیں اور جو لینا ہو وہ بھی وقت پر لیتے ہیں۔ یہی کام ملک الموت کرتا ہے۔

إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَسْقِئُونَ

— میٹھ جی کو فکر تھی ایک ایک کو دس کیجئے

آیا ملک الموت بولا جان واپس کیجئے

موت کی حکمتیں:

مشہور قول ہے **فَسَلِّ الصَّالِحِينَ لَا يَخْلُوَا عَنْ الْجَنَّةِ** دانا کا کوئی بھی کام دانا کی سے غائب نہیں ہوتا۔ اسی طرح موت اگرچہ غمناک معاملہ ہے مگر اس میں بھی حکمتیں ہیں۔

(۱) موت کے ذریعے جزا و سزا کا عمل ہوتا ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو نیکیوں کی ریاضت اور ان کے مجاہدوں کا اجر کیسے ملتا؟ پھر ظالموں اور قاتلوں کو ان کے کئے کی سزا کیسے ملتی؟ موت نے سب کو آسان کر دیا۔

(۲) اگر موت نہ ہوتی تو زمین میں آباد کاری مسئلہ بن جاتی۔ آج پانچ ارب آبادی پر دنیا نسل بندی کا شور مچاتی ہے، اگر تین سو ارب ہو جاتے تو کیا ہوتا؟ حدیث پاک میں ہے:

”یوم یثاق تمام انسانوں کو آدم کی پشت سے نکالا گیا مگر ان کی جسامت چوبیسویں کی مانند تھی۔ فرشتے ان کی تعداد پر حیران رہ گئے کہ یہ کہاں سمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین پر۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ جگہ کم ہو جائے گی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ان پر موت مسلط کر دوں گا، اگلے چارے رہیں گے اور پچھلے آتے رہیں گے، زمین کم نہ پڑے گی۔ ملائکہ نے عرض کیا، پھر تو ان کی زندگی تلخ ہو جائے گی اور ان کو ہر وقت موت کا خطرہ رہے گا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ میں ان پر امیدیں مسلط کر دوں گا۔“

(۳) اگر موت نہ ہوتی اور بڑے زندہ رہتے تو چھوٹوں کی صلاحیتوں کا اظہار نہ ہو سکتا۔ مشہور قول ہے: **تَخْتَبِرُنِي مُنْذُ الْكُنْزِ** اے کہ مجھے بڑوں کی موت نے بڑا بنا دیا۔ اگر نبی اکرم ﷺ دنیا سے پردہ نہ فرماتے تو صدیقی اکابر کے جوہر کیسے کھلتے؟ فاروق اعظمؓ کی عدالت کے مناظر دنیا کیسے دکھتی؟ مفسرین، محدثین اور فقہاء کا سلسلہ کیسے چلتا؟ حفاظت دین کیلئے علمائے امت کی قربانیاں دینے کے مواقع نہ آتے۔

بہلول کے نزدیک سب سے زیادہ بیوقوف آدمی:

میرے دوستو! من مرضی کی زندگی گزارنے والے خسارے میں رہیں گے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ایک مرتبہ بہلول آئے۔ ہارون الرشید نے انہیں ایک خوبصورت چھتری دے کر کہا، بہلول! یہ چھتری کسی بے وقوف کو دے دینا۔ بہلول وہ چھتری لے کر گھر آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہارون الرشید بیمار ہوئے۔ کافی علاج معالجہ کر دیا مگر حشیشا ب نہ ہو سکے۔ بہلول کو پتہ چلا تو وہ بھی عیادت کے لئے بادشاہ کے پاس آئے۔ اس نے بادشاہ سے کہا، بادشاہ سلامت! اگر آپ نے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا ہو تو کیا آپ پہلے وہاں کا انتظام انصرام چیک کر دیتے ہیں؟ کہا ہاں، چیک کر دیتا ہوں۔ پھر پوچھا، اگر وہاں کسی قسم کی چیز کی کمی ہو تو کیا آپ وہ کمی پوری کرتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا، ہاں وہ بھی پوری کرتا ہوں۔ پھر بہلول نے کہا، بادشاہ سلامت! آپ اس وقت بستر مرگ پر پڑے ہیں، دنیا سے جانے کے بعد پہلے آپ کو قبر میں جانا ہوگا، کیا آپ نے وہاں کا انتظام و انصرام چیک کر لیا ہے؟ بادشاہ نے کہا، نہیں۔ پھر بہلول نے پوچھا کیا آپ نے قبر کے سامان میں سے ہر طرح کی کمی کو پورا کر دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ جب اس نے کہا کہ میں نے کچھ بھی انتظام و انصرام نہیں کر دیا تو بہلول نے وہ چھتری نکال کر ہارون الرشید کو دے دی اور کہا، بادشاہ سلامت! اس دنیا میں مجھے آپ سے زیادہ بے وقوف کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ لہذا آپ ہی اس چھتری کے زیادہ حق دار ہیں۔

آخرت کی زندگی کی مثال:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اے دوست! جتنا تم نے دنیا میں رہنا ہے اتنی تم دنیا کے لئے کوشش کرو اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنی آخرت کے لئے محنت کرو۔ امام غزالی آخرت کی زندگی کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنی منہمی میں رانی کے دانے لے تو ہزاروں کی تعداد میں وہ دانے اس کی منہمی میں آ جائیں گے۔ ان کو اگر جھولی میں ڈالے تو لاکھوں کی تعداد میں جھولی میں بھر جائیں گے۔ اور اگر ساری دنیا میں رانی کے دانے اس طرح پھیلا دیئے جائیں گے۔ یہ اونچا ہوتے ہوئے آسمان تک پہنچ جائیں گے۔ یعنی آسمان اور زمین کا سارا سامان اور سیانی ظاہر رانی کے دانوں سے بھر دیا جائے اور ایک پر عہد ہزار سال بعد اس میں سے ایک دانہ نکالے۔ پھر ہزار سال کے بعد دوسرا دانہ، پھر ہزار سال کے بعد تیسرا دانہ۔ تو ایک وقت آئے گا کہ وہ دانے تو ختم ہو جائیں گے مگر ان انسانِ اخیر کی آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم نہ ہوگی۔ پس ہمیں چاہئے کہ زندگی کی سہولت کو غنیمت سمجھتے ہوئے خوب ڈٹ کر آخرت کی تیاری کریں۔ جس انسان کے دل میں آخرت کی یاد ہوتی ہے تو اسے پھوٹی جھوٹی باتیں بھی عبرت سمجھاتی ہیں۔

فکر آخرت:

تفکد ہے وہ انسان جو ہر وقت آخرت کی تیاری کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

يَا مَنُّنُ بِذُنُوبِكَ اِسْتَغْفِرُ
مَذْعَرُهُ وَ طَوَّلُ الْاَمَلِ
اَوَّلُهُ يَزُلُ لِيْ غَفْلَةٍ
حَشَى وَ لِيْ جَنَّةُ الْاٰخِلِ

بِقَفْةٍ	وَالْمَوْتُ	يَأْتِي
وَالْقَبْرُ	صَدْرُكَ	الْعَمَلُ
إِضْرَ	عَلَى	أَهْوَالِهَا
لَا مَوْتَ	إِلَّا	بِالْأَجَلِ
لَا مَوْتَ	إِلَّا	بِالْأَجَلِ

مسلمانوں کی روح کے ساتھ رکھوں یا کافروں کی روحوں کے ساتھ۔ مجھے ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے۔ کہ نہ معلوم میرے بارے میں اس فرشتے کو کیا جواب ملے گا۔ اور چوتھا کام یہ کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت فرمائیں گے **وَأَنْتَ أَزَارُ الْيَوْمَ** **أَيْنَمَا السُّجُودُ** اے میرا آج میرے نیک بندوں سے الگ ہو جاؤ۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ نہ معلوم میرا شمار نیکوں میں ہو گا یا فرمانبرداروں میں۔ جب تک ان چار کاموں میں مصروف ہوں اس وقت تک کسی اور سے بات کرنے کی مجھے فرصت ہی نہیں۔ دیکھا، وہ حضرات زندگی کی اس طرح قدر کرتے تھے کہ روزانہ تین مرتبہ قرآن مجید مکمل کرنے والے بزرگ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فضائل صدقات میں لکھتے ہیں کہ بزرگ روزانہ تین مرتبہ قرآن پاک قسم کیا کرتے تھے۔ باقی عبادت اس علاوہ ہوتی تھی۔ کسی نے عرض کیا، حضرت! آپ نے اپنے نفس کو اتنی محنت و مشقت میں کیوں ڈال رکھا ہے؟ فرمایا، ساری دنیا کی عمر کتنی ہے؟ اس نے عرض کیا، سات ہزار سال۔ پھر پوچھا، قیامت کا ایک دن کتنا لمبا ہے؟ عرض کیا، پچاس ہزار سال۔ حضرت نے فرمایا، تو پھر انسان کو چاہئے کہ دن کے ساتویں حصے میں محنت کر لے تاکہ پورا دن راحت اور آرام سے گزرے۔

اللہ تعالیٰ کا عاشق نو جوان:

کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نو جوان تھا۔ وہ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ اتنی عبادت کرتا تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل قدر صحابی بھی اس کی کثرت عبادت کی وجہ سے حیران ہو جاتے تھے۔ اس

زیادت نہیں کی۔ ایسے خوفناک مناظر دیکھنے چیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھے، مٹی کے نیچے قیامت تک اکیلے پڑے رہنا ہے، وہاں کوئی غمخوار پاس نہیں ہوگا۔ پھر اللہ رب العزت کے حضور پیشی ہوگی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ اگر اللہ رب العزت نے پوچھ لیا کہ حبیب! ساٹھ سالوں میں ایک تسبیح تو ایسی پیش کر دے جس میں شیطان کا کوئی دخل نہ ہو تو میں کیا جواب دوں گا..... میرے دوستو! حقیقت یہ ہے کہ حبیب عجیبؐ نے ساٹھ سال کی اس زندگی میں دنیا سے ذرا سا بھی دل نہ لگایا تھا۔ جب اتنے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گزارنے والے یوں ڈر رہے ہوتے ہیں تو ہم جیسوں کا کیا حال ہوگا جو کسی وقت بھی دنیا سے تو دور کی بات گناہوں سے بھی خالی نہیں ہوتے، ہر وقت شیطان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو چار کاموں کی فکر:

تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے، حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے کسی نے عرض کیا، حضرت! اگر ارشاد فرمائیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کروں تاکہ آپ کچھ وعظ و نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، مجھے ابھی چار قسم کے کاموں سے فرصت نہیں ہے۔ البتہ ان کے بعد یہ کام کر سکتا ہوں۔ اس نے پوچھا، حضرت! وہ چار کام کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پہلا تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ازل ہی سے فرمایا تھا کہ لوگوں کا ایک گروہ جنتی ہے اور دوسرا اگر وہ دوزخی ہے۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ میں کس گروہ میں شامل تھا۔ دوسرا یہ کہ جب عورت کے پیٹ میں حمل ٹھہرتا ہے تو فرشتہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے کہ میں اس بچے کو سعید (خوش بخت) لکھوں یا بد بخت۔ مجھے ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے نا معلوم مجھے کیا لکھا گیا ہو۔ تیسرا یہ کہ جب فرشتہ آدمی کی روح قبض کرتا ہے تو یہ پوچھتا ہے کہ اس روح کو

نوجوان کا والد ضعیف و بیمار تھا۔۔۔ نوجوان عیسا، کسی بیمار کے بعد اپنے والد کی خدمت میں ساری رات منہ و کف رہتا۔ جسی راست سے وہ نوجوان مسجد پہنچا کرتا تھا اس راست میں ایک غریب اس کو چالنے کے لئے وہ جہاں پر قیست نہ تھی۔ یہ بھی وہ نوجوان کر رہا تھا۔۔۔ اس کو اپنی طرف بلاتے تھے، کھانسی مگر اس کے دل میں ایک ایسی ہیبت اس قدر گہرائی تھی کہ اس نے سامنے اس صورت کی طرف نقشہ نہ دہم کرلی حیثیت رکھتی تھی۔

[illegible]

اور وہ ہونو جو ان نہ پہنچا تو اس کا والد اسے تاشیر لہنے پہلے کھرتے تھا اور کیا و مئے
ہیں کہ وہ راستہ میں بے ہوش پڑا ہے۔ ۔۔۔ گھر آئے ادا کے۔ بسب ہوش آیا تو
پوچھا کہ بیٹا! تیرے ساتھ کیا سامان پیش آیا تھا کہ تو مجھے ہوش ہو گیا؟ اس نے واقعہ
تھا سے بتائے وہ تو بہت دور پہنچا اور سامان بھی اس کی صحیح شکل تھی۔ اس کے فوراً
بعد دو فوجت ہو گیا۔ لوگوں نے رات ہی اس پر غصیل اور کنکشن دے کر دکان دی۔

مخ کو حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ اس کے باپ کے پاس آئے اور تعزیت کر کے فرمایا کہ تم حضرات کو میں خبر کیوں نہ دی۔ اس نے کہا، اب امیر المومنین آپ دن کے وقت امور خلافت میں مصروف رہتے ہیں اس لئے رات کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا، چلو اس کی قبر پر تشریف لے جاؤ۔ جب آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کی قبر پر پہنچے تو فرمایا اَلَمْ يَمُنْ بِمَا نَحْنُ بِهٖ جُنُودُہٗ جَزَاءُہٗ فَمِنْ اَيْنَہٗ لَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اے اللہ! یہ لوگ تو جو اللہ کے ساتھ ہیں، ان کے لئے عذاب کیسے ہو سکتا ہے؟ اور ان کیلئے دو جہنمیں ہیں۔ اس فوجوان نے قبر سے رو بار کہا، اب امیر المومنین امیر۔ پروردگار نے انہیں بھی کوہِ جنت عطا فرمائی ہیں۔ سبحان اللہ۔ وہ حضرات، یوں تکلہ کی اور پرہیز گار بن گئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے:

حضرت عمر بن عبد السزیز کو عمر بنی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا معمول تھا۔ روزانہ رات کو عشاء کے جمع کو یا۔ تہ جو موت اور آخرت کا ذکر کرنے اور آپ روتے تھے چاہا کہ چنانہ سانسے دیکھا ہو۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا ایک قبر سے مبالغہ:

ایک مرتبہ آپ اپنے ایک عزیز کے جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ قبرستان میں پہنچ کر آپ ایک تھلک ایک جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ اور کچھ سوچتے لگے۔ کسی نے عرض کیا، اے امیر المومنین! آپ تو اس جنازے کے ولی تھے اور آپ علی علیہ السلام گئے۔ فرمایا، ہاں مجھے ایک قبر لے آؤ، وہ کر گیا، اے عمر بن عبد العزیز! تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ میں ان آئے وائوں کے ساتھ

کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا، ضرور بتا۔ اس نے کہا۔ جب یہ میرے اندر آتے ہیں تو میں ان کے کفن پہناؤ دیتی ہوں، میں ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں، سارا خون چوس لیتی ہوں، گوشت کھا لیتی ہوں اور ہڈیاؤں کو آدی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ گندھوں کو ہڈیوں سے جدا کر دیتی ہوں، ہڈیوں کو کھانچوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں۔ اور سرینوں سے رانوں کو جدا کر دیتی ہوں اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جدا کر دیتی ہوں۔ یہ فرما کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رونے لگے اور فرمایا، دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکا بہت زیادہ ہے۔ اس میں جو عزیز ہے وہ آخرت میں ذلیل ہے۔ اس میں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے۔ اس کا جو ان بہت جلد ہونے لگا ہو جائے گا۔

ایک عاشق و معشوق کا مکالمہ۔

ایک عاشق و محبوب و معشوق اس دامنِ فانی سے عالمِ بقا کو رخصت ہوا۔ اسے اپنے محبوب کی یاد ہر وقت ستاتی تھی۔ ایک دن وہ اس کی قبر پر گیا اور اس سے باتیں کیں۔ اس نے وہ ساری باتیں منظوم شکل میں یوں پیش کیں۔

شب کو جاگلا تھا میں اک دن حرارِ یار پر

اس وجہ سے شکلِ امیر آ نکھیں مری خونِ بار میں

قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا

ہم گرہاں پاک باقم میں ترے اے یار میں

شاد ہے کچھ تو بھی زیرِ خاک اے نازک بدن

شعِ روشن ہے گلوں کے قبر پر انہار ہیں

کیا ہوا مرنے کے بعد اے داعیِ ملکِ عدم

لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں

منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے

راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر یا بازار ہیں

جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگین ادا

کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں

چھتِ متعش کار ہے یا سادی یا رنگین ہے

تخت ہیں کیسے مطلقا یا مربع کار ہیں

پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے

مرغِ زریں بال ہیں یا خبریں منتظر ہیں

بات کرنے کی صدا آتی ہے یا آتی نہیں

کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں

قبر سے آئی صدا اے دوست! ہیں خاموش رہ

ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں

وہ ہمارا بیکرِ نازک جو تجھ کو یاد ہو

آج خاکِ قبر میں اس پرمنوں کے بار ہیں

اب زیادہ بات کر سکتے نہیں تو گھر کو جا

دل میں آزر دہ نہ ہونا کیا کریں لاچار ہیں

اللہ اکبر۔

موت سے ڈر لگنے کا علاج:

ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی! مجھے موت سے محبت نہیں، کیا علاج کروں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنے اس مال کو آگے بھیج دو کیونکہ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے۔ جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو پھر خود بھی اس کے پاس جانے کی خواہش کرتا ہے اور جب پیچھے چھوڑ دیتا ہے تو وہ خود بھی پیچھے یعنی دنیا میں ہی رہنے کی خواہش کرتا ہے۔

جوانی کا نشہ:

میرے دوستو! عجیب بات ہے کہ ہم عمر کا کچھ حصہ گزار بیٹھے ہیں تب ہمیں ایمان کی قدر آتی ہے۔ اور عموماً پہلی آدمی زندگی تو جوانی، مستانی اور دیوانی ہستی ہوتی ہے۔ جوانی کا نشہ تو کلور و فارم کی طرح ہوتا ہے۔ جیسے کسی کو کلور و فارم سنگھلایا جائے تو بے سدھ ہو کر پڑا ہوتا ہے اسی طرح جوانی بھی انسان کو بے سدھ بنا دیتی ہے۔ جوانی میں انسان کو نہ سوچ کے چڑھنے کا پتہ اور نہ غروب ہونے کی پرواہ ہوتی ہے۔ یہ غافل نو جوان دوسروں کو انسان ہی نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے اندر طاقت ہوتی ہے۔ بات بات پر بھگوتا بھرتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کے بھانے ڈھونڈتا ہے۔ بڑے سنگبرانہ بول بولتا ہے کہ میں یہ کر دوں گا دو کر دوں گا اور وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ یہ جوانی تو ادھار کا مال ہے۔ جو ادھار کے مال

پر فریفتہ ہوتا پھرے اسے دیوانہ کہتے ہیں۔ ہمیں اس جوانی پر فریفتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ وہ دریا ہے جس میں ہر ایک گھیلے لوٹاؤں آتا ہے، پھر آ کر اتر جاتا ہے۔ بلکہ مومن کو پاب ہے کہ جس طرح اس مال کی ذکوہ دیتا ہے جس کا فساد پورا ہو چکا اسی طرح اپنے جسم کی بھی ذکوہ دے دوسروں کی خدمت کر کے۔

جوانی گئی بڑھاپا آیا:

میرے دوستو! جوانی ادھار کا مال ہے اس پر کیا مان کرنا۔ یہ ہشیش ایک ٹوٹ جائیں گی، جوش ختم ہو جائے گا، بدن پر بڑھاپا آ جائے گا۔ جب زندگی یہ مادے مراحل طے ہو جاتے ہیں تو پھر انسان کو وقت کی قدر آتی ہے اور زندگی کا درجہ موٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

- ہم خود ہی راست ہو گئے جب بھر ہو گئے
- قد جب کہاں ہو گیا ہم حیر ہو گئے
- اسی مضمون کو کسی اور نے یوں بیان کیا:
- ختم جب سے قد راست ہیں آیا سنبھل گئے
- سیدھے ہوئے ہم ایسے کہ سب مل نکل گئے

بڑھاپے میں بھی گناہ.....!!!

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود تو بڑھے ہوتے چلے جاتے ہیں مگر ان کی خواہشات جوان ہو رہی ہوتی ہیں۔ اپنی حیرانہ سالی میں اپنی عزت و آبرو کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ ان کے مفید بال انہیں غیرت دلا رہے ہوتے ہیں مگر وہ بے

دھڑک ہو کر گٹھا ہوں میں سوت رچے ہیں۔ سرت ہے اس بوڑھے پر جو جوانی
گھنوا بیٹھا لیکن پھر بھی تنگی کی طرف راغب نہ ہوں۔ اس لئے کہ اے دوست!

بہری عیاں ہوئی نہ ہو مالک گٹھا، پر

سوتے سفید ہنستے ہیں روئے سیاہ پر۔

جوانی کی تلاش:

سوت کی تیاری کرنا ہمارا مقصد زندگی ہے۔ تھوڑے دن کی بات ہے۔ آج
بچپن ہے، ملاکین ہے، جوانی ہے اور پھر بڑھاپا ہے۔ ہر ایک کی ترتیب اسی طرح
ہے۔ ایک بوڑھا چار ہاتھا۔ اس کی کمر باندھی تھی، ہاتھ میں لالھی تھی، نیک لگی ہوئی
تھی، نیچے دیکھ رہا تھا۔ ایک نوجوان قریب سے گزرا۔ اس نے مذاق کے لہجے میں
کہا، بڑے میاں کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ اس نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور کہنے
لگا، بیٹا! اس جوانی ڈھونڈ رہا ہوں، تم بھی میری طرح جوانی ڈھونڈ کر دو گے۔

قیامت کا خوف:

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ جہنم کے حواریوں نے اللہ سے کہا کہ ہم آپ پر تب
ایمان لائیں گے جب آپ ہمیں کوئی نشان دہی دکھائیں۔ آپ نے فرمایا، کیا؟ کہنے
لگے کوئی مردہ زندہ کر کے دکھائیں۔ آپ ان کو ایک قبر پر لے گئے۔ اور قبر پر لے
جا کر آپ نے مردے سے کہا، **فُطِم بِإِذْنِ اللَّهِ** تو اللہ کے اذن سے کھڑا ہوا، اللہ
تعالیٰ نے اس مردے کو تھوڑی دیر کے لئے زندہ کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک
نوجوان قبر میں سے اٹھا اس کے پال سفید تھے مگر اس کا چہرہ جو انوں جیسا لگ رہا
تھا۔ پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں نوح علیہ السلام کا نیک بیٹا ہوں۔ ایک

بیٹے کا تو کفار کے ساتھ حشر ہوا اور وہ ڈوب گیا تھا۔ آپ نے فرمایا، اچھا تمہیں
مرے ہوئے کتنا وقت گزر چکا۔ اس نے کہا، چار ہزار سال ہو گئے ہیں۔ پھر
پوچھا، بتاؤ، تمہارے ساتھ قبر میں کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگا کہ میں قبر میں تھا تو سخت
سزا تھی۔ لیکن جب مجھے **فُطِم بِإِذْنِ اللَّهِ** کہا گیا تو میں یوں سمجھا کہ قیامت قائم ہو رہی
ہے۔ تو قیامت کے خوف کی وجہ سے میرے تمام بال سفید ہو گئے ہیں۔ میں سمجھا
کہ شاید مجھے قیامت کیلئے کھڑا کیا جا رہا ہے۔ وہ ایسا دن ہو گا کہ **يَوْمَ يُخَسِبُ**
الْوُفْدَانِ شَيْئًا جس دن کی سختی بچوں کو بھی بوڑھا کر کے رکھ دے گی۔ اب بتائیے کہ
اس وحشت کے دن میں ہمیں اپنے پروردگار کے حضور کھڑا ہونا ہے اور انسان کے
نیک عملوں کا اسکے سر کے اوپر سایہ ہو گا۔

نعمتوں کی واپسی:

جب جوانی کا یہ طوفان اترتا ہے تو زندگی کا یہ دودیا پھر اسی طرح آہستہ آہستہ
بہنا شروع کر دیتا ہے۔ یعنی جوانی میں جو نعمتیں ملی ہوتی ہیں اللہ رب العزت اللہ
آہستہ آہستہ کر کے واپس لینا شروع کر دیتے ہیں۔ جوانی میں اس کی نظر
بڑھاپے (بالکل ٹھیک) تھی مگر بڑھاپے میں نظر کم ہونا شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ پہلے
ایک آنکھ نے دیکھنا بند کر دیا، پھر دوسری نے دیکھنا بند کر دیا۔ جوانی میں دانت
ٹھیک ہوتے تھے۔ بڑھاپے میں پہنچ کر ایک دانت ٹوٹا، پھر دوسرا ٹوٹا، پھر تیسرا
ٹوٹا۔ اس طرح نعمتوں کی واپسی شروع ہو جاتی ہے۔

شیخ سعدی کا جواب:

حضرت شیخ سعدیؒ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک دوست ملا

کہنے لگا، حضرت! آپ کا حال کیا ہے؟ آپ نے عجیب بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا، اس کی نعمتیں کھا کھا کر و انت فوٹ گئے ہیں لیکن زبان اس کی ناشکری کرنے سے باز نہیں آئی۔ اللہ اکبر

نعمتوں کی قدر دانی پر اجزا:

ہمیں یہ نعمتیں کچھ وقت استعمال کرنے کیلئے عطا ہوئی ہیں۔ اگر ہم ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان نعمتوں میں بہت ہی زیادہ اضافہ فرمادیں گے۔ دنیا میں اگر ہم لگا ہوں کی حفاظت کریں گے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی لگا ہوں دیں گے جو پروردگار عالم کا مشاہدہ کریں گی، جو انبیائے کرام کے چہروں کی زیارت کیا کریں گی، جو اولیائے کرام کے چہروں پر پڑتی رہیں گی۔ اگر دنیا کے اندر ہم اپنی پیشانی اللہ رب العزت کے حضور جھکا نہیں گے، سر بھیجہ دوں گے تو اللہ رب العزت قیامت کے دن یہ اعزاز عطا فرمائیں گے کہ ہمارے سروں پر نور کا تاج پہنا دیں گے اور فرمائیں گے کہ یہ میرا وہ بندہ ہے جو اپنے سر کو میرے سامنے جھکا دیا کرتا تھا۔ اگر ہم نے جولانی کے اندر اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کی تو جب ہم پروردگار کے حضور جائیں گے اس وقت دھوپ کا وقت ہوگا، سورج چمک رہا ہوگا، لوگ اپنے پسینے کے اندر ڈوبے ہوئے ہوں گے، پریشان ہوں گے تو اللہ رب العزت فرمائیں گے، اے میرے بندے! جس نے جرائی میں نیکی کی اور جوانی میں اپنے دامن کو پاک رکھا میں اس پر اپنی رحمت کی ایسی چادر پھیلاؤں گا اور اس کے سر پر عرش کا ایسا سایہ کروں گا کہ اسے پتہ بھی نہ چلے گا کہ گری تھی یا نہیں۔ اگر ہم نے نیکو کاری کی زندگی اختیار کی تو قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا وہ دوسرے آدمیوں کے لئے تو لہا ہوگا مگر ہمیں

حکک کے بنے ہوئے ٹیلوں پر بھیج دیا جائے گا، ہم بھی ان خوشبو کے ٹیلوں پر چکر رہے ہوں گے۔ ہمیں اتنی دیر محسوس ہوگی جتنی دیر میں بکری کا دودھ نکالا جاتا ہے۔ میرے دوستو! اگر ہم نے ان نعمتوں کو صحیح استعمال کیا جتنی کہ اللہ رب العزت کو راضی کر لیا اور اسی حال میں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، اے میرے بندے! تمہارے جسم کے بال ایمان کی حالت میں سفید ہوئے اس لئے تمہارا حساب لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ اس طرح بندے کو اللہ رب العزت بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل فرمادیں گے سبحان اللہ

حضرت علیؑ کا اظہارِ افسوس:

حضرت علیؑ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ صبح کی نماز پڑھا کر دائیں جانب منہ کر کے بیٹھے۔ آپ پر رنج اور پریشانی غالب ہوئی۔ سورج طلوع ہونے تک آپ بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ہاتھ افسوس کے ساتھ کھینچ کر فرمایا، خدا کی قسم! میں نے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا، آج کوئی بھی ان کی مشابہت کی نہیں دیکھتا، وہ حضرات اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال نکھرے ہوئے ہوتے، چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے تھے، وہ ساری رات اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں پڑے رہتے تھے۔ یا اس کے سامنے کھڑے قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ کھڑے کھڑے کبھی ایک پاؤں پر سہارا دے لیتے تھے کبھی دوسرے پاؤں پر۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے تو ایسے حشرے میں جھومتے تھے کہ جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور شوق سے ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔

ہے۔ نیک لوگ اس میں اپنے پروردگار کو راضی کر لیتے ہیں اور غفلت میں پڑنے والے اپنے نامہ اعمال میں سیلیاں بھر لیتے ہیں۔ وہ جانوروں سے بدتر بن جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ قرب قیامت میں ایسے لوگ ہوں گے جو پرندوں کی طرح کمزور دل ہوں گے مگر درندوں کی سی عقل کے مالک ہوں گے۔

سفید اور سیاہ چہرے:

روزِ محشر نیکوں کے چہرے سفید کر دیئے جائیں گے اور گنہگاروں کے چہرے سیاہ کر دیئے جائیں گے۔ آج اگر کسی عورت کے چہرے پر ذرا سی مٹی لگی ہوئی ہو اس کو دیکھئے کہ جب تک وہ چہرہ دھو نہ لے اس وقت تک اس کو جہنم نہیں آتا۔ کوئی داغ پڑ جائے تو بچاوی آئینے کے سامنے کھڑی دیکھتی رہتی ہے۔ ایک روزہ کر ایک کریم لگاتی ہے تاکہ کسی طرح یہ داغ دھبے مٹ جائیں۔ اے بھلا جس چہرے کو مخلوق نے دیکھا ہے تجھے اس کی صفائی کی اتنی فکر ہے اور جبکہ تیرے دل کے چہرے کو قیامت کے دن دیکھیں گے اس کی تجھے پروا ہی نہیں۔ کتاؤں پر گناہ کرتی پھرتی ہے، بے پردہ باہر بھاگتی پھرتی ہے، تجھے احساس بھی نہیں کہ اس طرح تیرے دل پر کتنے داغ لگ رہے ہیں۔ جبکہ رب کریم کی طرف سے بار بار تجھے قائل یا جا رہا ہے کہ اے بندو! تم کہاں جا رہی ہو؟ ذرا سیدھے راستے پر تو۔ رب کریم فرماتے ہیں اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ يَسِيْرِيْ اَذْمًا اے نبی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا اَنّی لَا تَغْبُوْا الشَّيْطٰنَ کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو گے اِنَّہٗ لَخُلُمٌ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ وہ تمہارا ظاہر باہر دشمن ہے۔ وَ اَنّیْ اَعْطٰکَ وَبٰی اور میری عبادت کرنا اَلْاَصْحٰبُ مُسْتَفِيْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے۔

اب لوگ بالکل ہی غفلت میں رات گزار دیتے ہیں۔ غور کیجئے جب حضرت علیؑ اس دور کے لوگوں پر اظہارِ افسوس کر رہے ہیں جس دور میں صحابہ کرام بھی موجود تھے تو موجودہ دور کی غفلت کیا درجہ رکھتی ہوگی۔

غفلت کا نتیجہ:

اگر ہم نے ان نعمتوں کو صحیح استعمال نہ کیا تو پھر ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے! اگر تم دنیا میں مجھے بھول گئے، خواہشات نے تمہارے اوپر غلبہ پائے رکھا، شیطان نے تمہیں فریب دیا، تم نے آنکھوں پر خواہشات کی پٹی باندھ لی، غفلت میں پڑ رہے، میرے حکموں کو توڑ رہے رکھا، میرے در سے منہ موڑ رہے رکھا اور اپنی نظروں کی حفاظت نہ کی تو یاد رکھو کہ یَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْطٰی قِيٰمَتَہٗ کے دن اندھا کھڑا کروں گا۔ اَلَا اِنَّ رَبَّہٗ لَیْسَ حَسْبُ رَبِّیْ اَعْطٰی یٰ جعجعا، اے پروردگار! مجھے اندھا کیوں کھڑا کیا وَقَدْ خَسْتُ بِجِسْرًا میں تو دنیا میں آنکھوں والا تھا قَالَ کَلِّ لَکَ کہا جائے گا، ایسا ہی ہے۔ مگر اَتَتَّکَ اِنْسَانًا فَنَسِیْتُکَ تمہارے پاس ہماری نشانیاں آئیں تم نے ان کو بھلا دیا وَ مَثَلُ لَکَ الْیَوْمَ فَتْسٰی اے بندے! آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔ تو نے دنیا میں میری برداشتیں کی آج میں بھی حیرتی برداشتیں کروں گا۔ چنانچہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ میرے اس بندے کو دھکے دے دے کہ جہنم میں الٹا پھینک دیا جائے۔ قرآن کریم گواہی دے رہا ہے یَوْمَ یُدْعَوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ۔ فرشتے آئیں گے اور جس طرح کسی کو ذلیل کر کے دھکے دے کر لے جاتے ہیں اس طرح اس بندے کو دھکا دے کہ جہنم میں پھینک دیں گے۔

میرے دوستو! یہ جوانی ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آئی، یہ تو آزمائش بن کر آتی

انسان کا دھوکا:

غیب بات ہے کہ آن قرآن و حدیث نہ کرنا ہمیں سمجھوڑا جاتا ہے مگر جانتے ہیں کہ اس کا کیا حال ہے۔ سنا کر دوسرے مکان، ہسٹال و سہیلے ہیں۔ ہم یوں سمجھتے ہیں کہ شاید یہ ہماری دنیاوی زندگی کی اس طرح کی ترقی ہے چلی جائے گی۔ موت تو دوسروں کو آتی ہے مگر شاید ہمیں آئے گی۔ یا غیب موت آئے گی تو ملک الموت ہم سے پوچھیں گے کہ میں اس وقت روح قبض کر رہا ہوں۔ یہ کہیں انسان کو دھوکا دیتا ہے اور وہ اسی انتظار میں رہتا ہے۔ جبکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں شامل ہو چکا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان:

ہم زندگی میں لمبی امیدیں کر رہے ہوتے ہیں۔ کبھی کار کو بھی۔ کے خواب دیکھتے ہیں، کبھی اپنا مہذبہ بڑھانے کی فکر میں ہوتے ہیں، کبھی اپنے حریفوں کے سامنے بلند ہانگ دھو کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ نے صحابہ کی ایسی جماعت تیار کر دی تھی جو ہر دن کو زندگی کا آخری دن سمجھتی تھی۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے حضور جانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے: **ثُمَّ إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ إِذَا أَفْسَسْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَصْبَاحَ وَاعْبُدْ نَفْسَكَ مِنَ الْآفْوَابِ** کہ جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور موت کے لئے اپنے سامنے گتہ نہ روزانہ کے اعداد و شمار:

و خبری اعداد و شمار کے مطابق ہر دن رات میں چودہ لاکھ انسان چوری دنیا

میں مرتے ہیں۔ کیا پتہ کہ موت آہستہ آہستہ پہنچتی ہوگی ہماری دلچیز تک پہنچ چکی ہو۔

امام غزالی کا فرمان:

امام غزالی فرماتے ہیں: اے دوست! کتنی بار دیکھا ہے کہ شادی بیاہ میں مصروف، تو اپنے کاروبار میں مشغول، تو اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول ہو کر جبکہ حیرانہ مردوں میں شامل ہو چکا ہوتا ہے اور ملک الموت تجھے اپنے کیلئے آواز دے گا۔ پتہ نہیں۔ بلکہ امام غزالی ایک غیب بات لکھتے ہیں کہ اے دوست! یہ تمام کام کا بار بار سن، دیکھ، انکلی چکا ہو جسے تیرا کفن بننا ہے۔ تو خوشیاں منانے میں مشغول ہو کر اپنے بیگمردوں کو بازار کی دکان میں بیچ چکا ہے، جو عنقریب تجھے پرہیزگار بنائے گا۔

قبر کی تہائی:

میرے دوستو! ہم موت کو بھول جاتے ہیں موت ہمیں نہیں بھولتی۔ روایت میں آیا ہے کہ ہر انسان کی قبروں میں ستر یا دسے یا دو کرتی ہے اور کہتی ہے اے انسان! **اِنَّا بَيْنْتُ الْوَعْدَةَ** میں تمہاری کامیابیوں کا گمراہیوں **اِنَّا بَيْنْتُ الظُّلُمَاتِ** میں تمہارے کامیابیوں کا گمراہیوں **اِنَّا بَيْنْتُ الْعُتْبَةَ وَالْعُقُوبَةَ** میں تمہاری کامیابیوں اور پچھوڑوں کا گمراہیوں۔ ذرا میرے اعداد و شمار کی کر کے آنا۔ یہاں تو گستاخانہ کالونی میں کوئی بنائی۔ یہاں تو کسی اچھے نگر میں کوئی بنائی، ذرا اس غامض کالونی کو بھی یاد کر۔ وہاں جا کر تو چہنئے گا کوئی تیرا مصائب تجھ سے گفتگو نہیں کرے گا، وہاں تو صرف تیری قبر کوئی اور فرشتے ہوں گے۔ وہاں تجھے اپنا حساب خود دینا ہوگا۔ تجھے دنیا میں اپنے رشتہ داروں کا مان ہوتا ہے، آل اولاد کا مان ہوتا ہے مگر یاد رکھ کہ

پر درود گرا عالم فرماتے ہیں يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ قِيَامَت کے دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی اِلَّا مَنْ اتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ مَنِيْنٍ وہاں تو ستورہ و اول کام آئے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر گریہ کا عالم:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قبر کو دیکھتے تو اتار دیتے کہ آپ کی ریش مبارک نہ ہو جاتی تھی۔ کسی نے کہا، حضرت! قبر کو دیکھ کر اتار کیوں دیتے ہیں؟ فرمایا، یہ آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے۔ جس کا معاملہ یہاں ٹھیک ہوا، اس کے لیے آگے کی منزلیں آسان ہوں گی اور جس کا معاملہ یہاں ٹھیک نہ ہوا، اس کے لیے آگے کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہوں گی۔

عذاب قبر کی دو وجوہات:

ایک وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ہمراہ دو قبروں کے قریب سے گزرے گئے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بدکنے لگی۔ صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی سواری کیوں پریشان ہو رہی ہے؟ فرمایا، ان دونوں قبروں والے آدمیوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ پریشان ہو رہی ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو کن گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے؟ فرمایا، ایک کو نصیبت کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

ایک عبرت ناک واقعہ:

ہر تائی (شرح موطا امام مالک) میں ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ

منورہ کے گرد و نواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہو گئی، دوسری اسے غسل دینے لگی۔ جو غسل دے رہی تھی۔ جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پڑا تو اس کی زبان سے نکل گیا، میری بہنو! (جو وہ چار ہاتھ نہیں ہوئی تھیں)۔ یہ جو آج عورت مر گئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے۔ غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آ گئی۔ اس کا ہاتھ ران پر چسٹ گیا، ہتھتا کھینچتی ہے وہ جدا نہیں ہوتا۔ زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے۔ دیر لگ گئی۔ میت کے ورثاء کہتے، گئے بی بی جلدی غسل دو۔ شام ہونے والی تھی۔ ہم نے جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں تو تہوار سے مردہ چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ رات پڑ گئی مگر ہاتھ پونہ چھڑا رہا۔ دن آ گیا پھر بھی ہاتھ چھڑا ہوا۔ اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے۔ ان مولوی سے پوچھتے ہیں، ہاں مولوی صاحب! ایک عورت دوسری مردہ عورت کے غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چھڑا رہا، اب کیا کیا جائے۔ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری کے ساتھ اس کا ہاتھ کاٹ دو غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے کہ ہم تو اپنی عورت کو معذور نہیں کرنا چاہتے، ہم اس کو ہاتھ نہیں کاٹنے دیں گے۔ انہوں نے کہا، فلاں مولوی کے پاس چلیں۔ اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے۔ مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب نہیں کرنا چاہتے۔ تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں مسلسل گزر گئے۔ مری بھی تھی دھوپ بھی تھی۔ بدبو پڑنے لگی۔ گرد و نواح کے کئی دیہاتوں تک خیر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں یہ مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا چلو مدینہ منورہ! بھی جاتے ہیں۔ وہاں حضرت امام مالکؒ اس

وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ دو حضرات امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، حضرت! ایک عورت مرنے پر بی بی تھی اور دوسری اسے غسل دے رہی تھی، اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمت گیا، چھوٹا بھی نہیں، تین دن تو گئے یہی فتویٰ ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا، بی بی! جب تیرا ہاتھ چماتا تھا تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی۔ وہ کہنے لگی، میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہوئی ہے اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ امام مالکؒ نے پوچھا، بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس تھے۔ کہنے لگی نہیں۔ پھر فرمایا، کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقبال جرم کیا تھا؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا، پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ وہ کہنے لگی کہ میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ وہ گمراہ تھا کہ اس کے دروازے پر سے گزر رہی تھی۔

یہ سن کر امام مالکؒ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے قرآن میں نظر دوڑائی۔ پھر فرمانے لگے، قرآن پاک میں آتا ہے وَالَّذِينَ يَزْمُونَ الْفَرْصَةَ فَمَا يُجْزَوْنَ إِلَّا بِالْبَاطِلِ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورۃ النور: ۲۱)۔ ان کی سزا ہے کہ ان کو زور سے اسی کوڑے مارے جائیں۔ تو نے ایک مرد عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں، جلا دو! اسے مارنا شروع کر دو۔

جلا دو! نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مارے جارہے تھے، ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ بچھا رہا، پھر کوڑے مارے مگر ہاتھ پھر بھی بچھا رہا، دہائی

کوڑے لگے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوڑا۔ جب اسی دن کو رانگ تو اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہو گیا۔

دل کا جنازہ:

آج دل ہی کا تو جنازہ نکلا ہوا ہے۔ دل ہی تو راندار ہو چکا ہے۔

دل ہمہ دار! دل! شد پنبہ کیا کیا خیم

ہم نے دل پر گناہوں کے کتے داغ لگائے ہیں۔ بھلا کہاں کہاں ہم رہیں رکھتے پھر میں گے۔ آئیں چاہئے کہ ہم دل کے سرے کو دھوئے، چکانے اور صاف کرنے کی کوشش کریں۔

مہر دیکھ لیا آئینے میں، پر داغ نہ دیکھے سینے میں

دل ایسا لگایا جیسے میں مرنے کو مسکراں بھول گئے

جس دور پہ نازاں تھی دنیا ہم اب وہ زمانہ بھول گئے

غیروں کی کہانی یاد رہی ہم اپنا فساد بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اسے انور

جس ضرب سے دل ٹٹن جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

آج کہاں ہیں وہ جوان جو رات کے آخری پہر میں اغما کرتے تھے، اب ان کے

إلا اللہ کی ضربیں لگایا کرتے تھے، ان کے سینوں میں دل کا پتہ تھے۔ ان کے دل

محبت الہی سے لبریز ہوتے تھے۔ ان کے دل اللہ رب العزت کی محبت سے کا پتہ

تھے۔ قرآن پڑھتے تھے، ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے تھے، وہ قرآن

سننے سمجھنے کو لطف اور مزہ آتا تھا، وہ بچہ بچہ میں جاتے تھے اور سر اٹھانے کو دلی

نہیں چاہتا تھا۔ ایسے نوجوان آج نظر نہیں آتے۔ بلکہ راست کے آخری پہر میں

آپ شہر میں سے گزر کر دیکھیں مارا دھرا آپ کو شیر و شاہ نظر آئے گا۔ یوں لگتا ہے

جیسے انسانیت اپنے کندھوں پر خمیر کا جتانہ لٹھا کر چلتی جا رہی ہے، سب گھوڑے کا
کر مور ہے ہوتے ہیں۔

تہجد کے وقت فرشتہ کا اعلان:

حدیث پاک میں ہے کہ تہجد کے وقت رب کریم کی طرف سے ایک فرشتہ
اعلان کرتا ہے **هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَقَدْ اغْضَى لَكَ كَوْنِي سَوَالٍ كَرْنِ وَالَا بَے كَمَنْ اس كُو**
عطا کروں؟ مگر ہم مانگنے والے مٹھی نیند سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو
مخلوق کے سامنے شکوے کرتے پھرتے ہیں کہ خالق دیتا نہیں۔ ان کیلئے رات ایک
بجے تک ٹی وی دیکھنا تو آسان ہوتا ہے مگر جب تین چار بجے تہجد کا وقت ہوتا ہے
اس وقت تھوڑے بڑے سب سو جاتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ رات کے آخری پہر
میں جب لوگ آبادی سے گزرتے تھے تو گھروں سے قرآن پاک کی تلاوت کی
اس طرح آوازیں آرہی ہوتی تھیں جیسے کھیلوں کے جھمنگانے کی آوازیں ہوتی
ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ آخرت کی تیاری کیلئے ابھی سے کوشش کرنا شروع کر دیں
کیونکہ معلوم نہیں کہ زندگی کتنی باقی ہے، ہم تو موت کے بارے میں کچھ نہیں
جانتے، بس اتنا پتہ ہے کہ بالآخر جانا ہے۔

امت محمدیہ ﷺ کی اوسط عمر:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت کی اوسط عمریں **ثَلَاثِينَ وَبِئْسَ**
ساتھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ یعنی اوسط عمر لگائیں تو ستر سال بنے گی۔
کوئی بچپن میں مرے گا، کوئی سو سال سے اوپر جا کر مرے گا لیکن اوسط اتنی ہی بنے
گی۔ وہ تمام لوگ جو اس وقت پچالیس سال سے اوپر کی زندگی گزار رہے ہیں وہ

سب اپنی زندگی کا ظہر عمر کا وقت گزار رہے ہیں۔ اے میرے دوستو! عمر کے
بعد مغرب ہوتے ہوئے زیادہ دیر نہیں لگا کرتی۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہے آج سے
ہی کرنے کی نیت کر لیجئے۔ معلوم نہیں پھر فرصت ملے گی یا نہیں۔

قلب مومن کی عظمت:

حدیث پاک میں آتا ہے **لَا يَسْفِيحُنِي اَرْضِي وَلَا سَعَابِي فِي مَنَازِلِي** میں نہ زمینوں پر
ساتا ہوں اور نہ آسمانوں میں ساتا ہوں **وَلَا يَكُنْ يَسْفِيحُنِي قَلْبٌ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ** میں اپنے
اپنے مومن بندے کے دل میں نہ جاتا ہوں۔ اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن
کے دل کو اپنا عرش کہا ہے۔ فرمایا، دل تو میرے تخت کی مانند ہے میری اس
تخلیلات ہوتی ہیں، میری نگاہ ناظر اس پر پڑتی ہے۔ اس دل کو ہمیں صاف کرنے کی
فکر نہیں ہوتی بلکہ اس پر گناہوں کے دھبے پڑ جاتے ہیں اور ہمیں
نہیں ہوتی۔ آج یہ دل بت خانے بنے ہوئے ہیں، صنم خانے بنے ہوئے ہیں
بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ آج یہ دل گند خانے بنے ہوئے ہیں۔ شریعت کا مسئلہ
کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا اور جس دل میں کسی
کی تصویر ہو بھلا اللہ رب العزت اس گھر میں آنا کیسے پسند فرمائے گا۔ اس
دل کو مخلوق سے خالی کر لیجئے اور اور ایک اللہ کیلئے وقف کر دیجئے۔ اگر بندہ اس کیلئے
ارادہ کر لے تو دل بنانا آسان ہے لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ شیطان اس
طرف آنے نہیں دیتا۔ بھکا تار بننا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو تو معاف کرنا ہی ہے۔
بہی دھوکا لگا رہتا ہے حتیٰ کہ اس حال میں موت آ جاتی ہے۔

خائف آدمی کے شب و روز کی مثال:

امام غزالیؒ "انسان کی غفلت کی ایک عجیب مثال دے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں،

ایک بادشاہ تھا اس کا ایک باغ تھا۔ اس باغ کے کئی درجے تھے۔ اس نے ایک آدمی کو بلایا اور کہا کہ یہ نوکری لے کر جاؤ اور میرے باغ میں ایک طرف سے داخل ہو جاؤ اور اس میں سے پھل بھر کر میرے سامنے لے آؤ۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس درجے سے گزر جاؤ گے اس میں دو بار دیکھیں جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس نے کہا، بہت اچھا، یہ تو آسان کام ہے۔ چنانچہ باغ کے ایک درجے سے وہ داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر کوئی اچھے پھل نہیں ہیں۔ اس نے سوچا کہ اگلے درجے سے تو زلوں گا۔ جب اگلے درجے میں پہنچا تو دیکھا کہ پھل کافی بہتر ہیں مناسب ہے کہ یہی سے تو زلوں۔ مگر پھر سوچنے لگا کہ نہیں اگلے درجے میں جا کر دیکھتا ہوں۔ وہاں جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ پھل بہت ہی اچھے ہیں۔ دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ طبیعت نہال ہو گئی۔ کہنے لگا، میں یہاں سے پھل توڑ لیتا ہوں۔ پھر خیال آیا کہ اگلے درجے میں جا کر بہترین پھل تو زوں گا۔ جب اگلے درجے میں جا کر دیکھا تو پھل واقعی بہترین تھے۔ دل میں کہا کہ یہیں سے نوکری بھر لوں۔ پھر سوچنے لگا کہ جیسے جیسے آگے بڑھتا ہوں پھل بہتر ہونے چاہتے ہیں۔ آخری درجہ باقی ہے وہاں سے پھل تو زوں گا۔ جب آخری درجے میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر پھل ہی نہیں لگے ہوئے تھے۔ اب وہ شرمندگی سے رونے لگ گیا۔ کہنے لگا، افسوس میں بادشاہ کو جا کر کیا منہ دکھاؤں مجھ کو میں خالی نوکری لے کر آ گیا ہوں۔ امام غزالی فرماتے ہیں، اے دوست! بادشاہ سے مراد تیرا پروردگار حقیقی ہے اس بندے سے مراد تیری ذات ہے، نوکری سے مراد تیرا نامہ اعمال ہے، باغ سے مراد تیری زندگی ہے اور اس کا ہر پردہ تیرے باغ کے ایک ایک درجے کی مانند ہے۔ وہ کریم نے تیرے ذمے لگایا کہ

ہر دن میں نیکوں کے پھل تو ڈنڈا رہا اور نامہ اعمال کی نوکری میں جمع کرتا رہا۔ مگر کم روزانہ اس انتظار میں رہتے ہوئے کل پھل تو ڈلوں گا، تیری کل کل مزرئی رہے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ جب تیری زندگی میں کل نہیں آئے گی پھر تمہیں آج ہی جانا پڑے گا۔ پھر خالی نوکری ہوگی۔ اس دان تو پریشان اور شرمندہ کھڑا ہوگا کہ کاش!

دوانسانوں پر زمین کا تعجب:

کتابوں میں لکھا ہے کہ زمین دو انسانوں پر بڑا تعجب کرتی ہے۔ ایک آدمی جو انسان جو نرم بستر کا سرور ہا ہوتا ہے۔ زمین اس آدمی پر تعجب کرتی ہے کہ وہ اللہ کے لئے ہر سوتے والے (تو بستر کو نرم بناتا ہے) یا داکر کہ ایک دن تو نے میرے اندر بھی آئے ہے وہاں تیرا کیا حال ہوگا۔ اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی زمین کا ٹکڑا زمین پر لوگ جھگڑ رہے ہوں۔ ایک کبے کہ میری زمین اور دوسرا کبے کہ میری زمین تو زمین ان پر تعجب کرتی ہے کہ میری ملکیت میں جھگڑا کرنے والو! تم سے پہلے ہی بڑے بڑے آئے جو میرے وارث بنے سب چلے گئے میرا مالک تو اللہ ہے

مقدّمات الكائنات:

کتنی بار دیکھا کہ دیانتوں جو انسان اس انتظار میں تھا کہ میں نیکہ میں جاؤں گا وہ Serfary (شعبہ) نہیں ہوتا تھا۔ آجکل..... آجکل کرتا رہتا تھا۔ بالآخر اس کو اچانک چلا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لَا يَنْفَعُكُمْ ظَنُّكُمْ وَلَا اِنْسِيْ اَفْلٰهِيْہُمْ فَرِحُوْا فَرِحُوْا تَسْمٰی اتنی بھی اسے کھاتے نہیں، ہوگی کہ تم اپنے اہلکات کے پاس لوٹ کر چاسکو اور ہے! ہر کے یا ہر کفرے ہوئے تمہیں اندر جانے کی

ایک بادشاہ تھا اس کا ایک باغ تھا۔ اس باغ کے کئی درجے تھے۔ اس نے ایک آدمی کو بلایا اور کہا کہ یہ نوکری ملے کر جاؤ اور میرے باغ میں ایک طرف سے داخل ہو جاؤ اور اس میں سے پھل بھر کر میرے سامنے لے آؤ۔ مگر شرط یہ ہے کہ جس درجے سے گزر جاؤ گے اس میں دوبارہ تمہیں جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس نے کہا، بہت اچھا، یہ تو آسان کام ہے۔ چنانچہ باغ کے ایک درجے سے داخل ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر کوئی اچھے پھل نہیں ہیں۔ اس نے سوچا کہ اگلے درجے سے توڑ لوں گا۔ جب اگلے درجے میں پہنچا تو دیکھا کہ پھل کافی بہتر ہیں مناسب ہے کہ یہیں سے توڑ لوں۔ مگر پھر سوچنے لگا کہ نہیں اگلے درجے میں جا کر دیکھتا ہوں۔ وہاں جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ پھل بہت ہی اچھے ہیں۔ دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ طبیعت نہال ہو گئی۔ کہنے لگا، میں یہاں سے پھل توڑ لیتا ہوں۔ پھر خیال آیا کہ اگلے درجے میں جا کر بہترین پھل توڑوں گا۔ جب اگلے درجے میں جا کر دیکھا تو پھل واقعی بہترین تھے۔ دل میں کہا کہ یہیں سے نوکری بھرتوں۔ پھر سوچنے لگا کہ جیسے جیسے آگے بڑھتا ہوں پھل بہتر ہوتے جاتے ہیں۔ آخری درجہ باقی ہے وہاں سے پھل توڑوں گا۔ جب آخری درجے میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر پھل ہی نہیں لگے ہوئے تھے۔ اب وہ شرمندگی سے رونے لگ گیا۔ کہنے لگا، افسوس میں بادشاہ کو جا کر کیا منہ دکھاؤں گا کہ میں خالی نوکری لے کر آ گیا ہوں۔ امام غزالی فرماتے ہیں، اے دوست! بادشاہ سے مراد تیرا پروردگار رحمتی ہے اس بندے سے مراد تیری ذات ہے، نوکری سے مراد تیرا نامہ اعمال ہے، باغ سے مراد تیری زندگی ہے اور اس کا ہر پردہ تیرے باغ کے ایک ایک درجے کی مانند ہے۔ ہر درجے پر تم نے تیرے ذمے لگایا کہ

ہر دن میں غنیمتوں کے پھل توڑنا رہا اور نامہ اعمال کی نوکری میں جمع کرنا رہا۔ مگر تم روزانہ اس انتظار میں رہتے ہو کہ کل پھل توڑ لوں گا، تیری کل کل گزرتی رہے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ جب تیری زندگی میں کچھ نہیں آئے گی پھر تمہیں آج ہی جانا پڑے گا۔ پھر خالی نوکری ہوگی۔ اس دن تو پریشان اور شرمندہ کھڑا ہوگا کہ کاش میں نے کوئی نیکی کر لی ہوتی۔

دو انسانوں پر زمین کا تعجب:

کتابوں میں لکھا ہے کہ زمین دو انسانوں پر بڑا تعجب کرتی ہے۔ ایک انسان جو نرم بہتر بنا کر سو رہا ہوتا ہے۔ زمین اس آدمی پر تعجب کرتی ہے کہ وہ اللہ کے گدے پر سونے والے! تو بہتر کو نرم بناتا ہے، یاد کر کہ ایک دن تو نے میرے اندر بھی آتا ہے، وہاں تیرا کیا حال آوگا۔ اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی زمین کا ٹکڑا بہتر بنائے اس پر لوگ جھگڑ رہے ہوں۔ ایک کہے کہ میری زمین اور دوسرا کہے کہ میری زمین تو زمین ان پر تعجب کرتی ہے کہ میری ملکیت میں جھگڑا کرتے والو! تم سے پہلے زمین بڑے بڑے آئے جو میرے وارث بنے، سب چلے گئے، میرا مالک تو اللہ ہے۔

عزراہوں کا سمندر:

کشتی بارہ دیکھا کہ دنیا میں بڑا انسان اس انتظار میں تھا کہ میں نیکہ بن جاؤں گا وہ Surinam (سورینام) نہیں ہوتا تھا۔ آجکل..... آجکل کرتا رہتا تھا۔ بالآخر اس کو اچانک چلا جانا پڑا۔ قرآن پاک میں ہے فَلَا تَسْتَعْجِلْهُ عَنِ الْوَصْفَةِ وَلَا إِلٰهِي أَهْلِيهِ بَزَجْعُونِ تمہیں اتنی بھی استعجالت نہیں ہوگی کہ تم اپنے استعجال کے پاس لوٹ کر جاسکو۔ اے "میرے باہر گھر سے ہوئے تمہیں اندر جانے کی

گیا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ میں تو اسے اللہ اللہ سمجھایا تھا اب یہ "میں نہیں" کر رہا ہے۔ اسے میں ایک بزرگ انھیں ملنے آئے۔ انہوں نے سارا واقعہ ان کو کہہ سنایا۔ وہ فرماتے تھے، چونکہ آپ تے طور سے اللہ اللہ کہنا سمجھایا تھا اس لیے طور سے کی زبان پر تو اللہ اللہ تھا مگر اس کے دل میں نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کو موت آنے لگی اور ملی نے اسے پکڑا تو وہی کچھ اس کی زبان سے نکلا تو اس کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ آج ہمارے دل میں کیا بھرا ہوا ہے؟

— پر ترکان فصیح در دل گاه آخر

ایں چیں تیج کے وارو اثر

لہذا آج اگر دل میں اللہ نہیں سمائے گا، ہم اپنے دل میں اللہ کو نہیں سمائیں گے، اس کے انوارات کو نہیں بھریں گے، ہمارے اندر سچ نہیں اترے گا تو ہم موت کے وقت ہماری زبان سے اللہ کیسے نکلے گا۔ اس کیلئے محنت کرنا پڑتی اور اس محنت کے لئے پوری زندگی دی گئی ہے۔

ایک تفصیلت آموز واقعہ:

میرا ایک جہان مر کا اس غیلو تھا۔ تقریباً چوبیس سال کی عمر میں اسکی شادی ہو گئی۔ کاروبار چلتا تھا اور والدین کے گھر کے قریب ہی اس کا اپنا گھر تھا۔ اللہ نے سے ایک بیٹی دی، پھر دوسری بیٹی دی، پھر بیٹا دیا۔ بیٹے کی پیدائش کے وقت اس کی بیوی فوت ہو گئی، شہادت کا رعبہ پا گئی۔ کیونکہ ہمدست شریف میں ہے کہ زچہ گرد و دلت کے موقع پر فوت ہو جائے تو وہ شہید بنادی جائے گی۔

لوگوں نے کہا کہ شادی کر لو۔ وہ کہنے لگا: میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں،
میں ان کا باپ بھی نہیں تھا اور ماں کا پیار بھی: دوس کا کیونکہ معلوم نہیں آنے والی

اجازت نہیں ہوگی، ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے کی فرصت نہیں ہوگی، اگر لینے ہو گئے تو تمہیں چارپائی سے اٹھنے کی سکت نہیں ہوگی۔ جب تمہارا وقت آئے گا تو تمہیں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔

سب ٹھانڈ پڑا رہ چائے گا جب لاد چلے گا تجارت

جب یوں کھڑے ہیں اس دنیا سے بے سرو سامانی کے عالم میں جانا پڑ گیا تو یوں سمجھو کہ تم نے بغیر کشی کے مستند میں چلا ٹنگ لگا دی۔ یہ غرابوں کا مستند تم کیسے جھیلو گے۔ جہاڑی تو آگے حالت غراب ہوگی۔ وہ گت بنے گی کہ دنیا نے دیکھی نہیں ہوگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ تیاری کر لو اس سے پہلے کہ دنیا سے جانے کا بلا والا در پیغام آ جائے۔

سموت کی تیاری کا مطلب:

اب ہم سوچیں کہ کیا ہم نے موت کیلئے تیاری کر لی ہے؟ کیا ہم نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو بسا لیا ہے؟ کیا دل میں اللہ تعالیٰ کا عشق اتر گیا ہے؟ یہ زبان کا اللہ اللہ کہنا تو کام نہیں آئے گا۔ قیامت کے دن تو دل کو کھولیں گے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت دیکھی جائے گی اور خُضِّلْنَا بِئِیَ الْغُضُّورِ اور جو سینوں میں ہوگا اس کو کھول دیا جائے گا۔ زبانی جمع خرچ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

شکوہوں میں یہاں:

ایک بزرگ صاحب نے خطوطا پالا ہوا تھا اور اس طو نے کو اللہ اللہ کہنا سکھایا ہوا تھا۔ وہ طوطا اللہ اللہ کرتا تو ان کو بڑی خوشی ہوتی۔ ایک دن شجرہ کھلا رہ گیا۔ ایک بلی، ہجرت نکلی اس نے طو نے کو دبو چا اور لے کر بھاگی تو طوطا ”میں نہیں“ کرنے لگ

انسان کا دنیا سے گزرنا:

عقل مند ہیں وہ لوگ جو دنیا میں نیکی کر کے چلتے نہیں۔ ہر وقت اپنی آخرت کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ انکا ہر دن عبادت میں گزرتا ہے اور ان کی ہر رات اپنے رب کے سامنے راز و نیاز کرتے گزر جاتی ہے۔ انسان کو جو کاپہ لگتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وقت گزر رہا ہے۔ وقت نے کیا گزرتا ہے، میاں! تم خود گزر رہے ہو تمہارا بچپن گزر گیا، تمہارا لڑکپن گزر گیا، تمہاری جوانی گزر گئی، یہ سفید بال اب تمہارا بڑھاپا ہے، یہ بھی گزر جائے گا۔ اس لیے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔

موت کے سامنے شکست:

ہمارے اسلاف نے تو اس طرح ذات کی عبادت کی کہ وہ اپنی زندگی کا کوئی بھی لمحہ فارغ نہیں گزارتے تھے۔ ہر وقت نیکی میں مصروف رہتے تھے۔ ہر کام اللہ رب العزت کی رضا کے مطابق کرتے تھے۔ ہر کام نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب موت کا وقت آ جاتا ہے تو پھر یہ بلا نہیں کرتا۔ دنیا میں بڑے بڑے حکمران آئے، جنرل آئے، لیکن موت سے کوئی مقابلہ کر سکا! سب نے شکست کھائی۔ دنیا کو فتح کرنے والے، تاریخ عالم کھلانے والے بھی جب موت سے مقابلہ کے لئے آئے تو موت نے ان کو بچا کر دیا۔ بڑے بڑے رستم زماں دنیا میں آئے۔ اور جن کو موت آتی ہے ان کے لئے قیامت قائم ہو جاتی ہے حدیث پاک: *مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ الْقَبْرُ* (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی) اس پر صادق آتی ہے۔

ماں ان کا کیا شکر کرے گی۔ چنانچہ اس نے بچوں کو اپنے پاس رکھ کر پالنا شروع کر دیا۔ اب جب وہ اپنے کام پر جاتا تو بچوں کو اپنے ماں باپ کے گھر چھوڑ کر جاتا، شام کو واپس آتا تو کھانا تو پکا ہوا ہوتا تھا، کچھ چیزیں بازار سے بھی لے آتا۔ بچوں کو ماں باپ کے گھر سے لے کر اپنے گھر آتا، بیٹھ کر کھانا کھاتا۔ بچے بھی کچھ ناشی خوشی میں لگ جاتے اور اس کا اپنا بھی دل بہل جاتا اور پھر سو جاتے۔ اگلے دن پھر اسی طرح معاملہ چلتا تھا۔

ابھی اس کی بیوی کو فوت ہوئے مشکل سے ایک سال گزرا ہوگا، بچے نے کچھ تھوڑا تھوڑا بولنا شروع کیا ہوگا کھجیب، واقعہ پیش آیا۔ گرمیوں کے موسم میں ایک دن وہ اپنے بچوں کو لے کر عشاء کے وقت گھر آیا، کھانا کھایا، صحن میں چار پائی بھی ہوئی تھی۔ اس پر لیٹ گیا۔ بچے اس کے گرد کھیل رہے تھے۔ اسی حال میں اس پر دل کا دورہ پڑا۔ جب وہ تڑپا تو بچیاں بھاگ کر قریب ہوئیں۔ پوچھنے لگیں ابو! کیا ہوا؟ ابو! کیا ہوا؟ مگر ابو جواب نہیں دیتا۔ چھوٹا بچہ پاس ہی تھا، اس نے جب بہنوں کو دیکھا کہ وہ پوچھ رہی ہیں تو وہ بھی باپ کے سینے پر لیٹ گیا۔ کہتا ہے ابو! آپ پوچھتے کیوں نہیں؟ میں بھی آپ سے نہیں بولوں گا۔ اب بیٹا روٹھ گیا باپ سے۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ نذر و انداز میں ہے، وہ خند کر رہا ہے اور اس کا باپ خاموش پڑا ہے۔ اسے کیا پتہ کہ یہ باپ آج کے بعد کبھی نہیں بولے گا۔ جب بڑی بچی بھاگ کر اپنی دادی کو بلا کر لائی اور اس نے آ کر دیکھا تو اس نے کہا، بچہ تم ماں کی شفقت سے تو پہلے ہی محروم تھے آج باپ کا سایہ بھی تم سے دور ہو گیا ہے۔

چمن اجاڑ کے آندھی تو جا چکی لیکن

پرندے شاخ پہ بیٹھے ہیں سو گوار اب تک

دانائی کی بات:

ایک بیوہ عورت کا اکلوتا بیٹا مر گیا۔ وہ تجھڑ دھنکھن کیلئے مانی نہ تھی اور حکیم صاحب کو مجبور کرتی تھی کہ اس کا علاج کریں، ودائی دیں۔ حکیم صاحب دانائے انسان تھے۔ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ تمہارا بیٹا تو مر چکا ہے مگر میں اس کو دوبارہ زندہ کرنے کی تدبیر کرتا ہوں۔ بیوہ عورت بہت خوش ہوئی۔ حکیم صاحب نے کہا کہ نسخہ بنانے کے لئے مجھے ایسے گھر سے پانی لا دو جہاں کسی کو موت نہ آئی ہو۔ بیوہ عورت بھاری پیالہ لئے گھر گھر گئی۔ سارا شہر چھان مارا مگر کوئی گھر ایسا نہ ملا جہاں کسی کو موت نہ آئی ہو۔ جب ناکام واپس آئی تو حکیم صاحب نے سمجھایا کہ جب سارے شہر میں کوئی ایسا گھر نہیں جہاں موت نے پہنچے نہ گاڑے ہوں تو کیا معاملہ تیرے بیٹے کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ تب عورت کو اعتبار آیا۔

پیام مرگ سے اے دل ترا کیوں دم لھتا ہے
مسافر روز جاتے ہیں یہ رست خوب چلتا ہے

حضرت حسن بصریؒ کی توبہ کا واقعہ:

حضرت حسن بصریؒ جوانی کی عمر میں تجارت کیا کرتے تھے۔ ان کا مال تجارت مختلف ملکوں سے آتا تھا۔ ایک دفعہ کسی ایک ملک میں پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے ان سے کہا کہ ہمارا ایک فنکشن ہے، آئیے آپ کو اس فنکشن میں لے چلیں۔ حسن بصریؒ ان کے ساتھ چلے گئے۔ ان کا قافلہ اس بادشاہ کے بیٹے کی قبر کے قریب جا کر رک گیا۔ وہاں پر انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ کچھ نوجوان اس قبر کے ارد گرد چکر لگا رہے تھے۔ پھر کچھ لڑکیوں نے جن کے ہاتھ میں ہیرے

جو اہرات تھے اس قبر کے ارد گرد چکر لگایا۔ پھر حسین و جمیل لڑکیوں نے اس قبر کے ارد گرد چکر لگایا۔ پھر بوڑھوں نے قبر کے ارد گرد چکر لگایا۔ حسن بصریؒ نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جن نوجوانوں نے قبر کے ارد گرد چکر لگایا وہ گویا یہ کہہ رہے تھے کہ اے شہزادے! اگر موت کو ملا جاسکتا تو ہم اپنی جوانیاں قربان کر کے تجھے مرنے سے بچا لیتے۔ جو لڑکیاں میرے جو اہرات ہاتھ میں لے کر کچھ گارہی تھیں وہ گویا یہ کہہ رہی تھیں کہ اے شہزادے! اگر موت کو جو اہرات سے ملا جاتا تو ہم ان کو تو قربان کر دیتیں مگر تجھے نہ مرنے دیتیں۔ حسین و جمیل لڑکیاں گا کر یہ کہہ رہی تھیں کہ اے شہزادے! اگر موت کو حسن و جمال کے ذریعے سے ملا جاسکتا تو ہم اپنے حسن و جمال کو قربان کر دیتیں مگر تجھے نہ مرنے دیتیں۔ اس کے بعد بوڑھے بھی یہی کہہ رہے تھے کہ اگر موت کو بڑھاپے کے ذریعے سے ملا جاسکتا تو ہم اپنے بڑھاپے کے عوض تمہاری جان بخشی کر دالیتے۔ جب حسن بصریؒ نے یہ سنا تو دل پر ایک چوٹ لگی اور وہیں کھڑے کھڑے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب من چاہی زندگی گزارنے کی بجائے رب چاہی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ پھر اتنی عبادت کی کہ مشہور تابعین میں شمار ہوئے۔

موت سے دفاع ناممکن ہے:

یاد رکھئے! اگر موت کو حکومت کے ذریعے ملا جاسکتا تو فرعون کو کبھی موت نہ آتی، اگر موت کو دولت کے ذریعے ملا جاسکتا تو قارون کو کبھی موت نہ آتی، اگر موت کو حکمت و دانائی کے ذریعے ملا جاسکتا تو حضرت لقمان کو موت نہ آتی، اگر موت کو ہمت و جوانمردی سے ملا جاسکتا تو رستم و سہراب کو موت نہ آتی، اگر موت کو دواؤں کے ذریعے ملا جاسکتا تو اظہار طوبیٰ اور جالینوس کو موت نہ آتی، اگر موت

کو خشن سے ٹالا جاسکتا تو دنیا کے خشیوں کو سوت نہ آتی۔ اگر سوت کو محبت سے ٹالا جاسکتا تو کوئی ماں اپنی گود میں پڑے ہوئے بچے کو نہ مرنے دیتی۔ اگر سوت کو وفاؤں کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو کوئی بھی ٹیک پیوی اپنے خاوند کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ مرنے دیتی مگر سوت ایسی حقیقت ہے کہ ہلکا خرا کر دی رہتی ہے۔

میرے دوستو! جب سوت ایک اٹل حقیقت ہے تو انیس بھی دل میں استغفار رہے کہ ہمیں بھی جانا ہے، ہمیں بھی آگے کیلئے تیاری کرنا ہے۔ اس کو کہتے ہیں اَلنَّسَبُ بِنِي عَمْرِو بْنِ الْعُزْرَةِ یہ جو دم کے گھر ہے اس سے انسان کا دل کٹ جائے، وَالْإِنْسَانُ إِلَى ذَاكَ الْخَلْقِ اور آخرت کی طرف دھیان لگ جائے، وَالْإِنْسَانُ إِلَى ذَاكَ الْخَلْقِ اور موت کے آنے سے پہلے انسان اس کی تیاری کر لے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات:

سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی شاہی بھی عطا کی اور دنیا کی بادشاہی بھی عطا کی۔ نبی اکرم ﷺ نے اور شاد فرمایا کہ ان جیسی شاہی نہ آج تک دنیا میں کسی کو ملی ہے اور نہ ہی کبھی کسی کو ملے گی۔ انسانوں کے بادشاہ، حیوانوں کے بادشاہ، پرندوں کے بادشاہ، جنوں کے بادشاہ، ہوا کے اوپر حکم چلاتھا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اللہ کا گھر بیت المقدس چار ہے تھے۔ اور اس کام کے لئے انہوں نے جنوں کو گایا ہوا تھا۔

اس دوران ان کی موت کا وقت آ گیا۔ اب ان کو مہلت نہیں ملی کہ آپ میرے پیغمبر ہیں اور آپ میرا گھر بنا رہے ہیں اور میرا گھر بن جائے، پھر آپ کو بلائیں گے۔ نہیں، جب موت کا وقت آیا تو یمن اسی حال میں اللہ رب العزت نے ان کو

اپنے پاس بلا لیا۔ اور مسجد کے مکمل ہونے کا معاملہ تو یہ رہا کہ آپ کو سوت تو آگئی مگر وہ اپنی لاشی کے سہارے کھڑے رہے۔ جن پر سمجھتے رہے کہ شاید یہ نیند میں ہیں۔ وہ کام میں گئے رہے۔ جب کام مکمل ہو گیا تو اس وقت آپ کے عصا کو دینک نے کھایا اور آپ کی فٹن بننے لگی۔ تب جنوں کو پتہ چلا کہ آپ تو پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں۔ اگر اللہ کے پیغمبر جو اتنی محبوب ہستی ہیں ان کو اس حال میں حاضری دینا پڑتی ہے تو میں اور آپ کس کھیت کی گاڑی میں ہیں۔ ہم کن کا میں میں گئے ہوئے ہیں کہ ہم کہیں کہ ہمیں مہلت مل جائے گی۔ جی مجھے بی اے کرنا ہے، ایم اے کرنا ہے، میں نوکری کی تلاش میں ہوں، میری ابھی ابھی شادی ہوئی ہے۔ یہ سب افسول ہائیں ہیں۔ وقت آئے گا تو انسان کو کھڑے ہو جانا پڑ جائے گا۔ کوئی نہیں پوچھے گا کہ تو نے اپنے کام کو سمیٹا ہے یا نہیں۔ فرمائیں گے کہ تم نے پہلے بنا دیا تھا کہ تمہیں جانا ہے۔ تم نے پہلے تیاری کیوں نہیں کر لی۔

حضور اکرم ﷺ کے والدین کا سفر آخرت:

شادی کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر ۲۱ سال اور بی بی آمنہ کی عمر ۲۰ تھی۔ حضرت عبداللہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ کی عمر چند سال ہوئی تو ایک مرتبہ حضرت آمنہ کو حضرت عبداللہ کی یاد نے متایا۔ چنانچہ حضرت آمنہ نے فرمایا، بیٹے عمر ﷺ! تجھے تیرے ابو کی قبر پر لے چلوں۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آمنہ! جب میں سفر سے واپس آؤں گا تو اونٹ کی گردن کی کھنٹی بچے گی لہذا تو میرا استقبال کرنا۔ میں تبارے لئے ختمے لاؤں گا۔ اس کے بعد بڑے قافلے آئے مگر نہ کھنٹی بچی نہ ہی مہد اللہ آئے بلکہ موت کی کھنٹی بچ چکی تھی۔ پھر حضرت آمنہ نے

حضرت عبداللہ کی قبر پر بیٹے کو لے جا کر کہا، عبداللہ رحم نے آئے کا وعدہ کیا تھا۔
 میں راہ نکلی رہی۔ دو سال گزر گئے مگر آپ نہ آئے، رورور کر میری آنکھیں سرخ
 ہو گئیں۔ عبداللہ! خیر اینا محمد ﷺ تجھے ملے آیا ہے، ذرا نکل کر اس کے حسن کو دیکھ
 ۔ یہ کہہ کر حضرت آمنہؓ بہت روئیں اور بے ہوش ہو گئیں۔ جب حضرت آمنہؓ نے
 حضور ﷺ کے سامنے آپ کے والد محترم کا نام لیا تو آپ ﷺ نے دھڑا دھڑ
 دیکھا مگر باپ نظر نہ آیا جو شفقت سے سینے لگاتا۔ اس کے بعد بی بی آمنہؓ نے بول
 نکیں اور بالآخر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ میرے آقا ﷺ ولادت سے
 پہلے ہی باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے اور اب ماں کی محبت بھی گئی۔

سیدہ خدیجہؓ کی بہن کا اکرام:

حضور اکرم ﷺ کو اپنی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے اس قدر محبت تھی
 کہ ان کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کی۔ جس سال حضرت خدیجہؓ اور حضرت
 ابوطالب کا انتقال ہوا حضور ﷺ نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا۔ سیدہ
 عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت گھر آئی جس کی آواز حضرت خدیجہؓ سے
 ملتی جلتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا، صدیقہ! عرض کیا، ایک یا رسول
 اللہ ﷺ، پوچھا! یہ عورت کون ہے؟ عرض کیا، خدیجہؓ کی بہن۔ یہ سن کر آپ
 ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے اور فرمایا مجھے خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ آپ
 ﷺ نے اسے بٹھایا، دودھ پلایا اور بڑا اکرام کیا۔

چل چلاؤ کا گھر:

موت سے کسی حال میں بھی فرار ممکن نہیں۔ ارے! جب وہ کائنات، فخر

موجودات، اسحق بچے، حجر مصطفیٰ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں تو پھر کسی
 اور کے لئے یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی جگہ کیسے بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی
 کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ بیشک آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ سب بھی
 مرنے والے ہیں۔ یہاں پہلے نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے
 لوگوں کوئی الجھلے تھی رہے۔ بہر حال یہ دنیا چل چلاؤ کا گھر ہے۔

وصال نبوی ﷺ کے وقت حضرت فاطمہؓ کی حالت:

بخاری شریف کی ایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو مرض وفات
 وقت ہے، ہوشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہؓ عرض کرتے لگیں، وَاغْشَرْتُ أَنْفُسِي
 بِلَيْسَ! میرے ابا جان کی تکلیف۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ لَيْسَ عَنِّي
 ابْشَكُ عَجْزٍ بِنَعْدِ الْيَوْمِ آج کے دن کے بعد میرے باپ کو کوئی تکلیف نہیں
 رہے گی۔ پھر جب آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں،
 يَا أَبَتَاهُ أَخْبَابٌ زَنَا دَعَاہُ، يَا أَبَتَاهُ خِجَّةُ الْفِرْدَوْسِ فَأَزَاہُ، يَا أَبَتَاهُ
 إِلَهِي جَبْرِئِلُ نَعَاہُ۔

(اے میرے پیارے ابا جان! آپ نے اپنے رب کے بلاوے کو
 قبول کیا۔ اے میرے ابا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے۔ اے
 میرے ابا جان! ہم جبرئیل امین کی طرف تعزیت پیش کرتے ہیں۔
 (وحی کے ختم ہونے پر)۔

جب نبی اکرم ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے صحابہ کرامؓ سے
 کہا، أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَخُوضُوا عَلَيَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ الْغُزَابِ؟ تمہارے
 دلوں نے کس طرح چاہا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ پر مٹی ڈالیں؟

ہے۔ تمہارا بیٹا بھی بطور امانت تمہارے پاس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی مسرت و خوشی کے ساتھ تمہیں دیا اور اجر عظیم کے وعدہ کے ساتھ واپس لے لیا۔ اے معاذ! جزیع و فزع نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ رونا دھونا تمہارے ثواب کو ضائع کر دے۔ اس سے نہ تو مرنے والا ہی واپس آ سکتا ہے اور نہ غم کم ہوگا۔ اس مصیبت کو اس تصور سے پاک کر دو کہ کل کو مجھے بھی مرنا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر ؓ کی صداقت:

”الہدایہ والنہایہ“ کے اندر ایک بڑی عجیب حکایت لکھی ہوئی ہے۔ حضور اکرم ؐ جنگ کیلئے جا رہے تھے۔ روانہ ہونے سے پہلے مدینہ منورہ کی ایک انصار بڑھیا آئی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بیٹا تمہیں تلوار لے کر آپ کے خلاف درویش کر رہا ہے، کہتا ہے کہ میں (نوذبا اللہ) تمہارا سر قلم کر دوں گا، میں آپ کی خادمہ ہوں۔ اے اللہ کے نبی ؐ! آپ اس کی ہدایت کی دعا فرما دیجئے رحمت عالم ؐ نے دعا فرمائی۔ وہ نوجوان بیٹا جو گھر میں مالش کر کے اسلام کے خلاف درویش کر رہا تھا اس کا دل اللہ رب العزت نے بدلی دیا۔ وہ وہی تلوار لے کر دوڑ کر آیا۔ اور آقا ؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے نبی ؐ! مجھے گلہ پڑھا دیجئے۔ اس صحابی کا نام مالک ؓ بن سنان تھا۔

وہ کہنے لگا اے اللہ کے نبی ؐ! کیا مجھے بھی ساتھ آنے کی اجازت ہے؟ فرمایا آ جاؤ۔ میدان جہاد میں مجھے۔ یا نایا اسلام کا جذبہ تھا۔ لہذا چاہتے ہی شہید ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد صحابہ کرامؓ واپس آئے۔ مدینہ کی عورتیں استقبال کے لیے نکلیں۔ اس نوجوان انصاری مالکؓ بن سنان کی ماں بھی باہر تھی۔ بہنیں بھائیوں سے ملیں، عورتیں خادمہ سے ملیں، مائیں بچوں سے ملیں اور وہ بڑھیا بھی کھڑی

ہوئی۔ وہ حضرت ؐ جب تشریف لائے تو اس بڑھیا نے آپ ؐ سے پوچھا اے اللہ کے نبی ؐ! مجمع میں میرا بیٹا نظر نہیں آ رہا وہ کہاں گیا؟ نبی اکرم ؐ نے اس کا چہرہ بھانپا اور فرمایا اماں! ذرا صبر کر، مجھے ابو بکر ؓ آ رہے ہیں ان سے پوچھ لیں۔ ایک اور صحابی ؓ گزرنے لگے اس نے اس سے بھی اپنے سچے کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بھی کہا کہ پیچھے ابو بکر ؓ آ رہے ہیں ان سے پوچھ لیں۔ جو صحابی بھی گزر رہا وہ اس بوڑھی عورت کو یہی جواب دیتا۔ وہ دیکھ کھڑی رہی۔ جب ابو بکر ؓ گزرنے لگے تو کہنے لگی ابو بکر ؓ! میرا بیٹا کہاں گیا؟ سیدنا صدیق اکبر ؓ غلامش رہے۔ آپ نے پوچھا۔ اماں! اللہ کے نبی ؐ گزرے تھے انہوں نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہنے لگی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ابو بکر ؓ سے پوچھ لیتا۔ یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر ؓ حیران ہوئے۔ وہ سوچ میں پڑے۔ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ وہ شہید ہو گیا ہے تو شاید وہ برواشت نہ کر سکے۔ وہ گھبرا کر کہنے لگی، کیا میرا بیٹا مر گیا ہے؟ سیدنا صدیق اکبر ؓ نے فرمایا اماں! صبر کر، بیٹا پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ اب وہ تو کھڑی رہی مگر صدیق اکبر ؓ چل پڑے۔ جھولی پھیلائی اور رب العالمین کے ساتھ تعلق قائم کر لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عرض کیا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ صدیق کا لقب مجھے تیرے نبی ؐ نے دیا تھا۔ یا اللہ! صدیق اسے کہتے ہیں جس نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ یا اللہ! اگر قیامت کے دن میرا یہ جھوٹ میرے محبوب ؐ نے دیکھ لیا تو میں کیا چہرہ دکھاؤں گا۔ اے اللہ! اگر حضرت عیسیٰ ؑ کے لئے تو مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو میں بھی تو تیرے محبوب ؐ کا غلام ہوں۔ اللہ! تجھے تیری ذات کا واسطہ مالک ابن سنان ؓ کو زندگی عطا کر دے۔ روتے بھی جا رہے ہیں اور دعا بھی

کرتے جا رہے ہیں۔ بڑے ٹھنکے تھے۔ جب مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تو پیچھے جوتوں والی جگہ پر بیٹھ گئے۔

وہ عورت کھڑی رہی۔ دیکھتی ہے کہ ایک آدمی آ رہا ہے۔ جب قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ سچ سچ اس کا بیٹا مالک بن نان بن نان انصاری تھا۔ ماں نے گلے لگایا۔ ماں نے رخسار کا بوسہ دیا۔ ماں بیٹے نے انگلی پکڑی اور وہ بھی مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گئے۔ ان کو دیکھ کر صحابہ حیران ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ بھی حیران ہو گئے کہ یہ تو شہید ہو گیا تھا اور ہم اسے دفن کر کے آئے تھے۔ اللہ رب العزت نے جبرائیل کو بھیجا۔ اس نے آ کر پیغام دیا کہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں، حیرے صدیق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل گیا تھا کہ اے صبر کر تیرا بیٹا پیچھے آ رہا ہے۔ خداوند قدوس نے صدیق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کو سچا کرنے کے لئے مالک کو دوبارہ زندگی عطا کر کے اور لباس پہنا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ سبحان اللہ۔

سیدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت:

سیدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی زہد اور تقویٰ کے ساتھ گزاری۔ کبھی کبھار خشیت الہی کی وجہ سے فرماتے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كُنْ غَضُوفًا کدے کا ش! میں کوئی پرندہ ہوتا۔ اور بھی فرماتے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كُنْ شَجَرَةً تَقَعَّدُ کدے کا ش! میں کسی درخت کا پتہ ہوتا۔ زندگی کے آخری دم تک آپ کی یہی کیفیت رہی۔

جب صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جانے لگے تو اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو بلا کر فرمایا! بیٹی عائشہ! میں دنیا کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میری دو وصیتوں پر عمل کرنا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، ابا جان! فرمائیے کون سی دو وصیتیں ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیٹی عائشہ! جب میں فوت ہو جاؤں اور صحابہ کرام غسل دیں

تو میرے کفن کے لئے نیا کپڑا نہیں لیتا، میری دونوں پرانی چادریں دھو کر انہی کے ساتھ مجھے کفن دیتا ہے۔ اور دوسری وصیت یہ ہے کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میری چادر پانی کو اٹھا کر گنبد خضریٰ کے سامنے رکھ دینا اور درود و سلام پڑھنا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے روضہ کا دروازہ بند رہے تو میری قبر جنت البقیع میں بنا دینا اور اگر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کا دروازہ کھل جائے تو مجھے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کر دینا۔ امی عائشہؓ عرض کرنے لگیں، ابا جان! پہلی وصیت پر عمل تو عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ خلیفہ المسلمین ہیں۔ بیت المال کے اندر کپڑا موجود ہے۔ ابا جان! عینہ کا غریب سے غریب تر آدمی اگر مر جائے تو اس کیلئے بھی کپڑا کپڑا خریداجاتا ہے۔ اس لئے اباجی! میں پرانی چادروں میں کفن نہیں دوں گی میں نیا کپڑا لے لوں گی۔ سیدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیٹی! تو بھی سچ کہہ رہی ہے لیکن میں اس لئے وصیت کرتا ہوں کہ بیت المال کا نیا کپڑا جو میرے کفن کے لئے ہے وہ عینہ کے قیموں کے کپڑے بن جائیں گے، میں تو پرانی چادروں میں کفن دے دینا جا سکتا ہوں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ساری دنیا کے لوگوں کے کفن کیلئے نیا کپڑا خریداجاتا ہے لیکن صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن پرانی چادروں سے دیا گیا۔

صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین:

جب سیدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو صحابہ کرام نے چادر پانی کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے رکھا اور باہر سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کر دیا اِنْشَقَّ الْقَفْلُ تَالَا تُوثُ گیا، وَالْفَتْحُ الْبَابُ دروازہ کھل گیا اور آواز آئی اِذْ خُلُوْا الْحَبِيْبَ والی! الحبیب دوست کو دوست کے ساتھ جلدی سے ملا دیجئے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں سلا

دیا گیا۔ سبحان اللہ

بچی وہیں پہ خاک جہاں کا خیر تھا

بی بی اسماء کا صبر:

جب مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں کی نس بندی کر دی ہے اس لئے بچے نہیں ہوتے۔ کچھ عرصہ بعد سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اس بچے کی پیدائش پر مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی۔ اس بچے کا نام عبداللہ بن زبیرؓ تھا۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے منہ بولے بیٹے تھے اس لئے عائشہ صدیقہؓ کی کنیت ام عبداللہ انہی کی نسبت سے تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حجاز نے دمشق کے چوک میں چھانی دی۔ لاش وہیں لٹکتی رہی۔ سیدہ اسماءؓ نے بیٹے کی لٹکتی ہوئی لاش کو دیکھا تو فرمایا، میرا بیٹا! تو اللہ تعالیٰ اور ماں کے سامنے سرخرو ہوا ہے۔ لوگو! دیکھو، میرا بیٹا تختہ دوار پر نہیں بلکہ مشیر پر کھڑا خطبہ دے رہا ہے۔ میرے بیٹے! تو نے میری لوری کا حق ادا کر دیا۔

سبحان اللہ

ایک صحابیؓ کی وفات:

کنز العمال میں ہے کہ حضور ﷺ ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے۔ یمن کا ایک آدمی اونٹنی پر سوار وہاں سے گزرنے لگا۔ کہنے لگا، اے نوجوانو! اے مسافر! میں نے مدینہ میں جانا ہے میری رہنمائی کریں۔ صحابہؓ نے کہا ہم بھی وہیں جا رہے ہیں تمہارے ساتھ آ جائیں۔ انہوں نے اس سے پوچھا، کیوں جا رہے ہو؟ اس یحییٰ آدمی نے کہا کہ سنا ہے کہ وہاں ایک پیغمبر آئے ہیں جن کا نام نامی محمد

رسول اللہ ﷺ ہے۔ انہیں دیکھنے کے لئے جا رہا ہوں۔ صحابہؓ نے کہا، پھر تو تمہاری سراپوری ہو گئی ہے کہ آقا ﷺ تو تمہارے اندر موجود ہیں۔ صحابہؓ نے اشارہ کیا کہ اس اونٹنی پر آقا ﷺ سوار ہیں اس نے اپنی اونٹنی یا کرم ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ لگا دی۔ کچھ دے میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کتاب کھولی اور کھلی والے آقا ﷺ کا چہرہ دیکھا، دوسری کھولی اور آقا کا چہرہ دیکھا، حتیٰ کہ چار کتابیں کھول کر دیکھ دیں اور کہنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ اپنا نام مبارک بڑھائیے اور مجھے پڑھا دیجئے لا ایلہ الا اللہ محمد مقبول اللہ تعالیٰ آقا ﷺ نے پوچھا، اتنی جلدی میں کلمہ بھی پڑھ لیا؟ کہنے لگا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں تو رات و دن تجیل کا عالم ہوں۔ ان میں جو آپ کے اوصاف لکھے ہوئے تھے مجھے وہ آپ میں ایک ایک نظر آیا ہے۔ آپ کی پیٹری میں کوئی شک نہیں اس کے بعد وہ کہنے لگے، میں آپ کے ساتھ چند دن کیلئے مدینہ منورہ جاؤں گا وہاں چند دن آپ کے ساتھ رہ کر دین کے احکام سیکھ کر اپنے علاقہ میں آ کر دین کی تبلیغ کروں گا۔ آقا ﷺ نے فرمایا، اچھا چلیں۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ ایکڑ چلا جو گا پہاڑی علاقہ تھا۔ اونٹنی کا پاؤں ایک غار میں پھنسا، اونٹنی مری اور چلے سے وہ بھی گرا اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہیں اس کی مدوح پر واز کر گئی۔ رحمتہ العالمین آقا ﷺ اونٹنی سے اتر آئے۔ صحابہؓ نے بھی سوار یاں روک لیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس میت کو اٹھا کر اپنی گود میں لایا اور اس کے سر میں انگلی کے ساتھ کھنکھس کرنے لگے۔ آقا ﷺ کے مبارک آفسو اس کے چہرے پر گر رہے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، اے مرنے والے مسافر! ابھی تو تو نے اپنا نام بھی نہیں بتایا تھا تو نے اپنے کنبے قبیلے سے بھی نہیں آگاہ نہیں کیا تھا،

باپ کے ہاتھوں بیٹے کی موت کا سامان:

جنگ شہر کے ریلوے سٹیشن کے قریب ایک پکانک ہے۔ وہاں سے ایک آدمی صبح کی دکانوں کے وقت اپنی بھینس لے کر اپنے زرعی رقبے میں باندھنے کے لئے جا رہا تھا۔ بھینس چلتے ہوئے گوبر کر رہی تھی۔ اچانک اس کے پاؤں کے نیچے ایک سانپ آگیا۔ سانپ کے سر پر گوبر گر پڑا جبکہ باقی جسم سر سے کٹ کر تڑپنے لگ گیا۔ اس آدمی نے اپنی لاشی سے تڑپتے ہوئے سانپ کو موت کی قسم ملا دیا۔ جب دوپہر کو واپس اس جگہ آیا تو اس جنگ گوبر میں اسے مرادو سانپ نظر آیا۔ بھینس کا پاؤں پڑنے سے اس سانپ کا باقی جسم سر سے جدا ہو گیا اور گوبر میں اس طرح پھنسا رہا کہ اس کا منہ اوپر سے نظر آتا تھا۔ اس نے وہ گوبر اٹھ لیا اور دکھانے کے لئے گھر لے آیا۔ قریب کے پڑوسی بھی اس سانپ کا سرواڑے کے لئے جمع ہو گئے۔ اس کا ایک ہی کم سن چلا تھا۔ اچانک اس نے سانپ کے پرانگی رس کر پوچھا، ابو! یہ کیا ہے جو بس اس کا ہاتھ لگایا تھا کہ سانپ کا سر پونہ جسم میں سرایت کر گیا اور پچھوین دھڑام سے گر گیا۔ اس آدمی کو کیا معلوم تھا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کی موت کا سامان اپنے ہاتھوں سے گھر لے کر جا رہا ہے۔

ایک دلہن کی موت:

ایک شخص نے اپنی بیٹی کی شادی پر بہت جھیز دیا۔ چند دن بعد دلہن کی وفات ہو گئی۔ باپ کو اس کا بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ اس الم رسیدہ باپ نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے ہوئے یہ شعر کہا،

یہ آیا بار اے آرام جاں اس نامرادنی میں
کفن دینا تمہیں بھولے تھے ہم سامان شادی میں

لیکن میرے صحابیو! دیکھو کہ کتنا خوش نصیب ہے کہ غنقِ قلیل و آنجوِ غنیمت عمل تو اس نے نمودار کیا مگر اس کو اجر یہ دیا گیا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی روح کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل چکے ہیں۔ ہر دروازہ ہاں کہہ رہا ہے، او جنگل میں مرنے والے مسافر کی روح! جس دروازے سے چاہے تو جنت میں داخل ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا منجز:

ترندی شریف میں ہے کہ ایک یہودی عورت مسلمان ہوئی۔ اس کی ایک نوجوان بیٹی تھی وہ مر گئی۔ یہودیوں نے طعنہ دیا کہ تو مسلمان ہوئی ہے اسلئے تیری بیٹی مر گئی ہے۔ وہ دونوں عیاں پیوی رونے لگے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم مسلمان ہوئے تھے۔ ہماری نوجوان بیٹی مر گئی ہے اور ہم نے اسے دفن دیا ہے۔ اب ہمیں برادری والے طعنہ دیتے ہیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا، چلو اس کی قبر دکھاؤ کہ کہاں ہے۔ وہ کہنے لگے، اس اونچی پہاڑی پر اس کی قبر ہے۔ نیچے کھڑے ہو کر اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا، یا امۃ اللہ! ینذعنوک، یمسحۃ رؤسکم (اے اللہ کی بندی! تجھے اللہ کا خلیفہ دے رہا ہے) اس نوجوان لڑکی کی قبر پھٹ گئی۔ وہاں باپ سے ملی اللہ کے محبوب ﷺ اس لڑکی سے پوچھتے ہیں کہ اب تو تاجہ کی تو جہاں سے آئی ہے وہاں جانا چاہتی ہے یا اپنی امی ابو کے پاس رہنا چاہتی ہے؟ وہ نوجوان لڑکی کہنے لگی، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ دعا فرما دیجئے کہ میرے ماں باپ کے دل سے میری محبت نکل جائے، میں جہاں سے آئی ہوں وہاں جانا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے خدا کو ان سے بہتر پایا ہے۔

کسی اور شاعر نے کہا،

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بھی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

ایک مزدور کی عزت کا منظر:

کراچی میں ایک جگہ پانچ منزلہ عمارت تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک مزدور پانچویں منزل سے گرا لیکن سلامت رہا۔ اس کے ساتھیوں نے دیکھا تو جسم پر خراش تک کا نشان نہ تھا۔ دوست احباب نے کہا کہ اس جگہ جانے کی خوشی میں مٹھائی کھنڈو۔ ٹھیکیدار نے اپنی جیب سے اسی وقت سو روپے کا نوٹ نکال کر دیا۔ وہ خوشی خوشی مٹھائی لینے جا رہا تھا کہ سڑک پار کرتے ہوئے گاڑی نے ٹکر ماری اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

ایک ڈرائیور کی پراسرار موت:

ایک دفعہ ایک دنگن لاہور سے فیصل آباد آ رہی تھی کہ شیخوپورہ سے آگے ایک سفید ریش بزرگ نے دنگن کو روکنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور نے دنگن روک لی اور تھکاوٹ کی وجہ سے سیٹرنگ پر سر رکھا۔ کنبہ ٹیکسٹر نے باہر جھانک کر دیکھا تو کوئی آدمی بھی نہ تھا۔ اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کیلئے کھنٹی دی مگر ڈرائیور نے سر نہ اٹھایا۔ بالآخر ایک آدمی نے ڈرائیور کو بلایا تو پھر بھی سر نہ اٹھایا۔ جب دیکھا گیا تو وہ ڈرائیور فوت ہو چکا تھا۔ دیکھیں کہ صرف ایک ڈرائیور کی موت کا وقت تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری سواریوں کی حفاظت کے لئے ملک الموت کو جسم انسانی حالت میں بھیجا۔

ایک فوجی کا پراسرار سفر آخرت:

دریائے چناب اور جہلم کے درمیان کھجوروں کے بہت سے باغات ہیں۔ وہاں ایک جگہ پر کھجور کا ایک بہت ہی اونچا درخت تھا۔ اس درخت کی کھجوریں دوسرے درختوں کی نسبت بہت زیادہ میٹھی تھیں۔ اس لئے علاقے کے لوگ اس درخت کی کھجوریں بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک بڑا سا سانپ اس درخت پر چڑھ گیا اور اس نے وہیں درخت پر بیس کر لیا۔ پہلے تو لوگ کھجوریں کھانے کے لئے اوپر چڑھ جاتے تھے لیکن ان کے بعد لوگ ان میٹھی کھجوروں سے محروم ہو گئے۔ اس کھجور کے قریبی علاقے میں ایک نوجوان جس کا دماغی توازن کمزور تھا وہ جلتے پھرتے اس کھجور کے پاس وہ پہلے کی طرح اب بھی اس درخت پر چڑھ گیا۔ جب وہ سانپ کے قریب پہنچا اس سانپ نے اپنے وھڑ کے ساتھ اس کے جسم کو اپنے گھیرے میں لے کر جکڑ لیا اور اس کے منہ کے بال قائل اپنا منہ کر کے اس نے پھکارنا شروع کر دیا۔ اب نوجوان حیران پریشان۔ وہ نیچے تو اتر نہیں سکتا تھا۔ اور اگر وہیں رہتا تو سانپ ڈسنے کا خطرہ تھا۔

اسے میں ایک آدمی اس کھجور کے قریب سے گزرنے لگا تو اس کی نظر نوجوان پر پڑی۔ وہ دوڑتا ہوا اس نوجوان کے گھر گیا اور اس کے بھائیوں کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ ایک ہندو لے کر وہاں پہنچے۔ علاقے کے دوسرے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ ہندو نے انہوں نے نشانہ باندھنا چاہا مگر جس طرف سے بھی نشانہ باندھتے، سانپ کے ساتھ وہ نوجوان بھی گولی کی زد میں دکھائی دیتا۔ کسی طرف سے بھی نشانہ باندھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

اس علاقے کا ایک فوجی بھٹی لے کر گھر آیا ہوا تھا۔ اس کو پتہ چلا تو وہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کہا کہ لاؤ میں نشانہ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی اس کے بھائیوں کو کہہ دیا کہ بھئی! اگر یہ یہیں درخت پر رہے گا تو سانپ اس کو ڈس لے گا۔ میں تو اس کی جان بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر خدا خواستہ نشانہ خطا بھی ہو جائے تو میں بری الذمہ ہوں گا۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پہلے تو وہ بھی سوچتا رہا کہ کس نژاد سے فائر کروں۔ جس جگہ وہ کھڑا تھا اس نے سوچا کہ اس سے تو راجپوتوں سے نشانہ ٹھیک لگے گا۔ کھیت میں پانی لگا ہوا تھا۔ اس نے یوت پہنے ہوئے تھے۔ جیسے ہی وہ کھیت میں داخل ہوا تو اس کا پاؤں کچھڑ میں دھنس گیا۔ اس نے جوتوں کو وہیں اتار دیا اور بالکل مخالف سمت میں جا کر اس نے ایسی مہارت کے ساتھ نشانہ باندھ کر گولی چلائی کہ سیدھی سانپ کے سر پر جا گئی۔ اس کا سر ٹک کر نیچے گر پڑا اور باقی جسم اس نو جوان کے جسم سے چھوٹ کر نیچے اڑ چلا۔ یہ دیکھ کر سب لوگوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سب لوگ اس کے بھائیوں کو مبارکباد دینے لگے اور اس فوجی کو بھی اٹھا کر داد شجاعت دینے لگے۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ اس سانپ کا سر ٹک کر فوجی کے جوتے میں آ پڑا۔ اس فوجی نے کسی سے کہا کہ میرا جوتا اٹھا کر لے آئے۔ وہ جوتا اٹھانے گیا تو اسے جوتا نہ ملا۔ وہ فوجی خود اپنا جوتا اٹھانے گیا۔ اس نے بے احتیاطی سے جوتوں میں پاؤں ڈال دیے۔ جیسے ہی اس نے جوتوں میں پاؤں ڈالے، وہ ہراس کے پورے جسم میں سرایت کر گیا۔ وہ فوراً گھر پڑا اور جان جان آخریں کے سپرد کر دی۔ اللہ اکبر! تھوڑی دیر پہلے جس نے کسی کی جان بچا کر داد شجاعت حاصل کی دوسرے ہی لمحے وہ خود اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو گیا۔

کسی کا کندہ کھینے میں غام ہوتا ہے
کسی کے کھن دفن کا انتظام ہوتا ہے
عجب چیز ہے دنیا بھی میرے مولا
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

ایک کسان کی موت کا منظر:

سیالکوٹ کا واقعہ ہے کہ کسی راستے پر، اڑنے والے سانپ، سنے ذریعہ ڈس لیا۔ دراصل وہ سانپ اڑنے والا نہیں ہوتا بلکہ وہ چھلانگ لگاتا ہے اور تم بکھتے کہ وہ اڑ رہا ہے۔ وہ ایک جگہ سے چھلانگ لگا کر چندرہ نہیں فٹ تک دور چلا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً ۱۶ انچ ہوتی ہے اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اس سانپ راستے پر ایسا ذریعہ ڈالا کہ لوگ پریشان ہو گئے۔ اس نے ایک آدمی کو ڈس دیا۔ دوسرے کو ڈس دیا تو وہ بھی مر گیا۔ لوگوں نے اس راستے سے آنا جانا ہی چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ اس راستے کی بجائے اور قباہت دل راستہ بنالیا۔

ایک دفعہ ایک اٹھنی بھکاری اسی راستے پر جا نکلا۔ اس نے اس سانپ کو دیکھا تو سمجھا کہ سانپ کا بچہ سو رہا ہے۔ لہذا اس نے اپنی چھڑی اس کی دم پر لگائی۔ سانپ نے چھلانگ لگائی اور چندرہ نہیں فٹ دور چلا گیا۔ اس نے پھر سانپ کے قریب جا کر اس کی دم پر چھڑی لگائی۔ وہ پھر چھلانگ لگا کر دور چلا گیا۔ اس منظر کو دور سے مل چلانے والے ایک آدمی نے دیکھا۔ وہ پریشان ہوا کہ کہیں سانپ اس بھکاری کو ڈس نہ لے۔ اس نے وہیں سے اس بھکاری کو آواز دی کہ اس راستے سے نہ گزرے۔ مگر اس نے بات تک نہ سنی۔ وہ تقریباً چندرہ نہیں فٹ قریب تک آیا تا کہ وہ آواز سن کر راستہ چھوڑ دے۔ اسی اثناء میں اس سانپ نے کسان کی طرف

جائے گا تو وہ بوڑھی ماں کی آنکھوں کے سامنے رخصت ہو رہا ہوگا اور ماں اس کی آنکھوں کو بند کر رہی ہوگی۔ جی ہاں دنیا کا دستور ہی ایسا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد سامنے آتا ہے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَقِيَْتَ الْخَلْقُومُ وَ أَنْتُمْ جُنُودٌ تَنْظُرُونَ وَ نَعْمُ أَكْرَبُ إِلَهِهِ يَنْحُومُ وَلَكِنْ لَا تَحْصُرُونَ سَبْ كُزْے ہوتے ہیں اور جائے والا جا رہا ہوتا ہے

اگر رشتہ دار مرنے والے سے اس طرح جان نثاری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ایک بھلا اور بھی کریں اور سورۃ یٰسین بھی پڑھ دیں تو اس میت کی آگے کی منزلت آسان ہو جائے گی۔ ابنی عداد نے روایت کیا ہے کہ جس مسلمان کے پاس میت کے وقت سورۃ یٰسین پڑھی جائے گا ہر طرف کے مقابلے میں دس دس بار فرشتے اتر کر سامنے صف باندھے کھڑے ہوں گے، اس کیلئے دعائے رحمت و استغفار کریں گے اور اس کے غسل و کفن و فن میں شریک ہوں گے۔ صحت یہ ہے کہ مرنے والے کی آنکھیں بند کرتے وقت پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی جِلْبِیْ وَ عَزَّوَجَلَّ اللّٰہ۔

ابھی تھوڑی سی دیر گزرتی ہے کہ سب کہنے لگ جاتے ہیں کہ میت کو جلدی جلدی نبھادو۔ تھوڑی دیر پہلے کوئی اسے باپ کہہ رہا تھا، کسی نے اسے بھائی کہا، کسی نے اسے خاوند کہا، کسی نے اسے بیٹا کہا، اب کیا ہوا؟ سب نے میت کہا شروع کر دیا، کیوں؟ یہ وہی چھوٹ کا نوجوان ہے مگر یہ جسم تو ایک مکان ہے، مکیں اس میں سے رخصت ہو گیا، اب اس مکان کو بھی دفنانے کی تیاری کرنی ہے۔ سب جلدی جلدی کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ کوئی ابن سے جا کر پوچھے تو کسی اور سے یہ مکان اس نے کتنی محبت سے بنوایا تھا، کتنی دیر مستحکم کے پاس کھڑا سوچا رہتا

چلا گیا لکائی اور اس کے ماتھے پر ڈس لیا۔ جیسے ہی اس نے ڈسا تو کسان وہیں گر کر فوت ہو گیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ میں اس بھکاری کی جان بچانے کی بجائے اپنی جان سے ہاتھ دھوئے جا رہا ہوں۔

موت کے وقت رشتہ داروں کی کیفیت:

کئی بار دیکھنے میں آیا کہ انسان بہت زیادہ محنت اور محنت سے مگر بنانا ہے اور ابھی اس گھر کے اندر آئے ہوئے چند ہی دن گزرتے ہیں کہ اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اب سب رشتہ دار اس کے گھر جمع ہو جاتے ہیں اور یہ چار پائی پر لیٹا ہوتا ہے۔ باپ آگے بڑھ کر کہتا ہے، بیٹے! تمہیں کیا ہوا ہے؟ مجھے بتاؤ تو کسی میں ابھی ڈاکٹروں کو بلواتا ہوں۔ مگر بیٹا باپ کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ پھر بہن آگے بڑھ کر کہتی ہے، میرے دلیر تجھے کیا ہوا؟ مجھے بتاؤ کہ تمہیں کبھی درد تو نہیں۔ مگر وہ اپنی بہن کا جواب نہیں دیتا۔ بیٹی آگے بڑھ کر اباجان! کہتی ہے۔ رو کر کہہ رہی ہوتی ہے، اباجان مجھے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔ آپ میرے سر کا سایہ تھے جو اٹھ رہے ہیں۔ میرے سر پر شفقت کا ہاتھ کون پھیرا کرے گا؟ مگر باپ اس کی بات کا جواب نہیں دیتا۔ بالآخر بوڑھی ماں آگے بڑھتی ہے۔ کہتی ہے میرے نورِ نظر! میرے بخت جگر! تمہیں کیا ہوا؟ مجھے بتاؤ تو کسی میں تیری ماں ہوں۔ میں ابھی ڈاکٹر کو بلاواتی ہوں، ہم تمہیں ایسی دوائی دیں گے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ مگر بیٹا خاموش پڑا رہتا ہے۔ جب ماں دیکھتی ہے کہ اب کوئی جواب نہیں آ رہا تو اپنے بوڑھے ہاتھوں کے ساتھ اپنے بیٹے کی آنکھوں کو بند کر رہی ہوتی ہے۔ اس ماں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ جس بچے کو اس نے مصیبت کے حال میں گود میں پالا تھا۔ کتنی محبت سے اس کو دیکھا کرتی تھی۔ جب یمن شباب میں

تھا کہتا تھا کہ میں اپنی پسند کی چپس ڈلوادوں گا، میں اپنی پسند کا پتھر لگوادوں گا۔ میں اس کا ہاتھ روم ایسا بنوادوں گا، میں ڈارنگ روم کو ایسے بنوادوں گا۔ اورے اس نے تو اس مکان کو بناتے میں اتنے جتن کائے، تم کچھ عرصہ کیلئے اسے اس مکان میں رہنے دیجئے۔ وہ کہتے ہیں، تمہیں اس کا اصلی انسان تو چلا گیا، اب یہ نقلی انسان ہے۔ اس کی منزل کوئی اور ہے۔ اس کو اس کے اصلی مگر پہچا کر آئیں گے۔

پھر اس کو غسل دیا جاتا ہے تاکہ اپنے محبوب حقیقی سے ملنے کیلئے تیار ہو جائے۔ مگر انہوں نے اس وقت غسل دینے والے اپنی موت سے غافل ہوتے ہیں۔ اسے دہائی آنکھوں سے میت کو غسل دینے والے غافل! یاد رکھ کہ فرشتے بھی ملک الموت سے اس طرح گھبراتے ہیں جس طرح لوگ پھاڑ کھانے والے درندے سے گھبراتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مردانہ پر رنج لگا ہوا ہوتا ہے۔ کوئی ان لوگوں سے پوچھے تو کسی کیوں آئے ہو؟ کہتے ہیں جی ہم اس کو لینے آئے ہیں۔ کوئی ابھی! کیوں لینے آئے ہو؟ جی ہم اسے قبر تک پہنچا کر آئیں گے۔ ارے کیا تم اس کے دشمن ہو؟ کہتے ہیں نہیں ہم اس کے دوست ہیں، ہم اس کے بھائی ہیں، ہم اس کے رشتہ دار ہیں۔ قبرستان لے جاتے ہیں۔ وہاں جا کر جنازہ پڑھتے ہیں۔ اب بھائی بھائی کو قبر میں اتار رہا ہے۔ شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو زیادہ قرعہ ہو وہی قبر میں اتار دے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بیٹے کی لاش باپ اپنے ہاتھوں میں لے کر قبر میں اتار رہا ہوتا ہے۔ وہ باپ جو اپنے بیٹے کے جسم پر سیلا کپڑا دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، آج اپنے بیٹے کو ہاتھوں میں لے کر زمین کے اوپر اس طرح رکھ دیتا ہے کہ سر کے نیچے کوئی سر بانہ بھی نہیں ہوتا، گدایا بھی نہیں، قالین نہیں ہوتا، اس کیلئے بجلی کا کوئی کنکشن نہیں، کوئی ایئر کنڈیشنر نہیں۔ بس ایسے ہی زمین پر لٹا دیتے ہیں۔ جب

Figure 1

میت کو قبر کے اندر رکھ دیتے ہیں تو یا ہر گھل کر لچھ کر کچھ کچی اینٹوں سے بند کر دیتے ہیں۔ پھر سب مٹی ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔ بھائی بھائی کی قبر پر مٹی ڈال رہا ہوتا ہے دوست دوست کی قبر پر مٹی ڈال رہا ہوتا ہے، نو جوان بچے کی قبر پر اس کا باپ مٹی ڈال کر کہہ رہا ہوتا ہے **وَبْنِهَا نُعْبِدُكُمْ وَابْنِهَا نُخْرِجُكُمْ**۔ انٹونی متوں مٹی کے اندر دوبارہ ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن ایک شخص اس سے پیش دیا جائے گا کہ اس نے کسی مومن کی قبر پر ایک مٹی مٹی کی ڈالی ہوگی۔ یہی کے اندر رہا کر گئے ہیں۔

لے اور لے کر لے کر لے کر

اس کو اللہ کے حوالے کر کے آتے ہیں۔ اور بے دوست! جب ایک ایسا وقت آئے گا کہ مجھے تیرے عزیز و اقارب اللہ کے حوالے کر کے آئیں گے، پھر تو اپنے آپ کو آج ہی اللہ کے حوالے کیوں نہیں کر دیتا؟ آج وقت ہے، اگر اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو گے تو پھر تمہاری قدر دانی کی جائے گی۔ اس لئے تو آج ہی اپنے دل میں عہد کر لے کہ اِنِّیْ وَجِہْتُ لِلْقَدَّیْ لَطَوَّ السُّعُوْدِ وَالْاَزْہٰی حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ کہ اے اللہ! میں نے ساری دنیا سے اپنے تعلقات کو توڑا اور ایک تجھ سے اپنا تعلق جوڑا اب میں تیرے حکموں کے مطابق زندگی گزاروں گا۔ جب اس حال میں پروردگار کے سامنے پیش ہو گا تو وہ تیری مہمان نوازی کرے گا۔ اور اگر تو نیکو کاری کی زندگی نہیں اپنائے گا تو پھر یاد رکھنا کہ پروردگار کے سامنے تو پہنچنا ہی ہے۔ وہاں تیری گت بنائی جائے گی۔

سخت کوشش ہے تاہم اختتام زندگی

ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

اللَّهُمَّ كُنْ لِي قَانُونًا:

دنیا کا قانون ہے کہ کسی مجرم کو پکڑنا ہو تو حکومت پولیس بھیجا کرتی ہے۔ وا۔
 اللہ! تیرے قانون بھی نرالے ہیں کہ تیرا کوئی مجرم ہو اور تو تھے اسے پکڑنا ہو تو اس
 کے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھیج دیتا ہے اور یوں مجرم کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

نیک آدمی کی اللہ کے ہاں قدر دانی:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نیک آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے تو آسمان کے وہ دروازے کھلتے ہیں جہاں سے اس کے لیے رزق اتارا جاتا تھا۔ زمین کے وہ کھجورے روتے ہیں جہاں بیٹھ کر نیکی اور عبادت کیا کرتا تھا۔ اس کی موت کی وجہ سے فرشتوں کو حکم کیا جاتا ہے کہ یہ میرا نیک بندہ تھا اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا۔ جس راستے سے جنازہ گزرے گا تم اس راستے کے دونوں طرف استقبال کیلئے کھڑے ہو جاؤ، میرے عاشق کا جنازہ خوب اعزاز و اکرام کے ساتھ گزرے۔ سبحان اللہ کتنی عجیب بات ہے کہ مگر سے لیکر قبر تک دونوں طرف فرشتے استقبال کر رہے ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازے میں شرکت کیلئے اتنے فرشتے اترے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کے بل چل رہے تھے کسی نے پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ کیا؟ فرمایا: اتنے فرشتے آسمان سے اتر آئے ہیں کہ مجھے پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی۔ نیک لوگوں کے جنازے اتنی شان سے اٹھتے ہیں۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے ۱۱

آپ کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش بھی مرو دیا۔ مگر غلطہ و قبر آپ کو بھی پیش آیا۔

منیت پر فوج کرنے پر وعید:

اکثر صورتیں میت پر تین کر کے روتی ہیں، اس کو لوح کہتے ہیں۔ اس لوح کرتے پر بہت زیادہ وعید نازل ہوئی ہے۔ جو جو تہمت میت پر لوح کرتی ہیں روزِ عشر ان کی ردِ قطار میں، آئے سائے بنا دی جائیں گی وہ پچاس ہزار سال تک، ستوں کی طرح جھونکتی رہیں گی۔

جنازہ دیکھ کر دعا پڑھنے پر اجازت

حضرت انس ؓ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص چنانہ دیکھ کر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِہٖ وَسَلَّمِ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے چنانہ بھیجے گا اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ ہے کہ جو روزِ اُمّ القریٰ میں ایمان اور حِلیم کو اور بڑھا دے۔ پڑھے تو پڑھنے کے روزِ اُمّ القریٰ تک روزانہ اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جاتا کریں گی۔

جب امام مالکؒ کی وفات ہوئی تو بعد میں کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کلمہ کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ اس نے پوچھا، حضرت! وہ کلمہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کو جنازہ دیکھنے کے وقت حضرت عثمانؓ پڑھا کرتے تھے۔ وہ کلمہ یہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُبَعَّدًا الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ۝

جہاز بڑھنے والوں کی بخشش:

نیکی آدمی کا جنازہ پڑھنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس آدمی کی برکت سے

بخش دیا کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ جب کسی بھتی کا انتقال ہوتا ہے تو جتنے لوگ اس کا جنازہ اٹھاتے ہیں یا اس کے ساتھ جاتے ہیں یا اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں ان سب کو عذاب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے۔

دفن کرنے کے بعد:

نبی اکرم ﷺ جب میت کو دفن کرتے تو دعا کرتے کہ اے اللہ! اسے شیطانوں، قبر اور سوال جواب کے وقت ثابت قدم فرما۔ حضرت عمر ابن الخطاب ؓ نے وصیت فرمائی کہ میرے دفن کے بعد سر ہانے کی طرف سورۃ فاتحہ اور پابنتی کی طرف سورۃ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ نے وصیت فرمائی کہ جب میں مردوں تو دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھیرے رہنا تاکہ مجھے منکر نکیر کے سوال و جواب میں مانوسیت رہے۔ تو معلوم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے اگر قبر کے پاس رہ کر تھوڑی دیر کے لئے ذکر وغیرہ کرتے رہیں تو وہ میت کے لیے آسانی کا باعث بن جاتا ہے۔

قبر میں اکرام:

جب اس تک بعدے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! میرا یہ بندہ تمھارا نندہ آیا ہے لہذا اس سے کہہ دو کہ: لَمْ تَكُنْ مِمَّنِ الْغُرُوسِ یعنی تو دہن کی غیند سو جا۔ سبحان اللہ یہ ایسے الفاظ ہیں کہ ان کو سن کر انسان کی ساری تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔

ایک عجیب نکتہ:

اب یہاں پر محدثین نے ایک عجیب نکتہ لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ کیوں نہ

کہا کہ مٹی غیند سو جاؤ بلکہ یہ کہا کہ تو دہن کی غیند سو جا۔ اس میں بھی حکمت ہے کہ دہن جب سوتی ہے تو اس کو وہی چکا تا ہے جو اس کا محبوب ہوتا ہے۔ یہ مومن آج قبر میں سو رہا ہے اور جب وہ زحشر ہوگا تو اس کو بھی وہی چکائے گا جو اس کا محبوب ہوگا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب مومن بندہ قیامت کے دن اٹھے گا تو یہ اپنے رب کو دیکھ کر مسکرائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ کر مسکرائیں گے اور ایک طرف سے آواز آ رہی ہوگی: يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ! اِزْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً! لَّا تَخْلَيْنِي لِي، عِبَادِي! وَأَذْخِلْنِي جَنَّاتٍ ۝ موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام خیز بھر کر دہی سویا جو کہ جاگا ہوگا

آیت: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کے معارف:

عزیز و قادر کی موت کا صدمہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم جیسے کمزور آدمی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس پر شریعت نے ہمیں ایک آیت سکھائی ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ یہ ایک ایسا آیت ہے جو صرف امت کو عطا کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کسی امت میں یہ مضمون نہیں اتارا گیا۔ یہ دو جھے ہیں مگر ان میں ایک انمول راز ہے۔ وہ یہ کہ پہلے جھے کہے الفاظ ہیں: إِنَّا لِلّٰهِ یعنی ہم اللہ کے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا مالک اللہ ہے۔ اب دیکھیں کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ ہمارا خالق اللہ ہے حالانکہ وہ خالق بھی ہے یہ آیت پڑھ کر ہم گویا کہ اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا مالک ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر ہم اپنے گھر میں فرنیچر لائیں تو ہمیں اختیار ہوتا ہے کہ جب تک چاہیں ایک کمرے میں سجا لیں اور جب جی چاہے اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں سجالیں

بھی ہمیشہ یہاں نہیں رہیں گے یہ جدائیاں ہمیشہ کی نہیں ہیں۔ ہم اگر نیک کی زندگی گزاریں گے تو ہم بھی اسی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ جہاں ہمارے والد چلے گئے۔

ایک مثال سے وضاحت:

یہ بات ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی۔ فرض کریں کہ دو آدمیوں نے سعودی عرب جانا ہے۔ ایک کی فلائٹ پہلے ہے اور دوسرے کی فلائٹ دو چار دن بعد ہے تو پہلا کیا دوسرا آدمی پہلے کو جہاز پر سوار کراتے ہوئے روئے گا؟ نہیں، اس لئے کہ اس کو یقین ہے کہ آج یہ جا رہا ہے اور دو چار دن بعد میری فلائٹ ہے۔ جہاں یہ پہنچے گا میں بھی وہیں پہنچوں گا۔ اسی طرح اگر ہمارے بھی دل میں سوت کا اشتہار ہو اور پکا یقین ہو تو موت کے وقت اتنا غم نہیں کا۔ دل کہے گا، جی ہاں اس کی فلائٹ پہلے آگئی، وہ جا رہا ہے۔ جہاں منزل لگتی ہے فلائٹ تو میری بھی وہیں جاتی ہے، چند دن بعد وہ بھی جانے والی ہے۔ انسان کے لیے یہ جدائی والا دکھ جھیلنا آسان ہو جاتا ہے۔

بیٹے کی وفات پر بیت الحمہ کی تعمیر:

جب کسی ماں کی گود سے خوبصورت، بچے کی روح قبض کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت عزرائیلؑ سے پوچھتے ہیں مَلِّیْ قَبَضْتَ نَفْسَہٗ لِمَاذَا غَبِیْتُ مَآلِہٖ قَالَ اَلْقَبْرُ کَیَا تُوْنِیْ مِیْرَے بندے کے دل کا بھل پھینا ہے؟ اس بندے نے اس کے دل میں کیا کہا ہے؟ حضرت عزرائیلؑ کہتے ہیں خَسَلْتُکَ وَاسْتَخْرَجَ اَسْمَہٗ نَیْمِیْ تَعْرِیْفَہٗ کِی ہے اور اَنَا لِیْلٍہٗ وَ اَنَا لِیْلٍہٗ وَ اَجْعُوْنِ پڑھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

..... کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے فریجپر کو اٹھا کر ادھر کیوں رکھ دیا ہے، تم نے تو بڑا عظم کیا ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے انسان کو بنایا، وہ اس کا نالک ہے اور وہ جب چاہتا ہے بندے کو اس دنیا میں جاتا ہے اور جب چاہتا ہے اٹھا کر اگلے جہان میں پہنچا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کو جوانی میں موت آتی ہے تو کوئی نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کو کس نہیں آیا بلکہ سب کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی ایسے ہی تھی۔ چنانچہ اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے کہ کسی کو کون کبھی میں موت دے یا کسی کو بچھن ہی میں اپنے پاس بلا لے۔ تو یہ آیت کا پہلا حصہ ہوا۔ اس طرح اس بات کی تو سمجھ آگئی کہ ہم اللہ کے ہیں اور وہ مالک ہے تو اس کو اختیار ہے جو کچھ وہ کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے مگر کسی قرعہ بازی کی موت سے صدمہ قبول میں ہوتا ہے، انسان کو پوری تسلی تو نہیں ہوتی اس لئے دوسرے حصے میں یہ بات بھی ارشاد فرمادی، وَ اِنَّا لَیَبْیْطُوْنَ اَہْمَ نَے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔ اب اس میں راز یہ ہے کہ جو انسان چلا گیا اب اس سے ملاقات کی دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ یہاں آئے اور دوسری یہ کہ ہم وہاں چلے جائیں۔ اب اس کا یہاں آنا تو محال ہے کیونکہ جو ایک دفعہ دنیا سے چلا گیا وہ لوٹ کر دنیا میں نہیں آئے گا لہذا ایسا امکان ہی ختم ہو گیا اب دوسری صورت باقی رہ گئی کہ جہاں وہ چلا گیا ہم بھی وہاں چلے جائیں تو ہماری ملاقات ہو سکتی ہے۔ چنانچہ دوسرے فقرے میں یہ بات سمجھا دی گئی کہ تمہاری جدائی عارضی ہے۔ تم اس سے پریشان نہ ہو، اگر وہ دنیا سے چلا گیا ہے تو غریب ایک وقت آئے گا کہ تمہیں بھی دنیا سے جانا ہو گا۔ بس آخرت میں تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ لہذا وہ پڑھیں اِنَّا لِیْلٍہٗ وَ اِنَّا لَیَبْیْطُوْنَ۔ اس میں ان کے لیے تسلی ہے کہ اگر والد صاحب چلے گئے تو ہم

کہ میرے اس بندے کیلئے پیٹٹ الخمد تیار کر دیا جائے۔

انسان کے تین بھائی:

انسان کی سموت سے پہلے اس کے تین بھائی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھائی اس کے مرتے ہی اس کی جان ٹھونڈ دیتا ہے۔ وہ انسان کا مال ہے۔ دوسرا بھائی اس کے عزیز رشتہ دار ہیں جو اسے قبر تک چھوڑ آتے ہیں اور تیسرا بھائی جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کے ساتھ رہے گا، جنت میں ہوگا یا دوزخ میں ہوگا وہ اس کے ساتھ رہے گا۔ وہ انسان کے اعمال ہیں۔ اگر نیک اعمال ہوئے تو جنت میں جائے گا اور اگر برے اعمال ہوئے تو پھر جہنم اس کا مقدر بنے گی۔

افسوس کی ایک جائز صورت:

کسی رشتہ دار یا دوست کی سموت پر ہم روئیں گے تو جانے والے کو کیا فائدہ ہوگا۔ ظننہ انسان کسی کے مرنے کے پہلے دن وہی کچھ کرتا ہے جو عام انسان قیصرے دن کرتے ہیں۔ مرنے کے تیسرے دن لوگ کیا کرتے ہیں؟ صبر کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ اگر اس کے مرنے کے تیسرے دن ہی ہم نے صبر کرنا ہے تو پھر مرنے کے بعد پہلے دن ہی صبر کیوں نہیں کر لیتے؟ یہ سمجھانے کی بات ہے۔ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ مرنے والے پر دکھ اور افسوس ہوتا ہے۔ مگر اس کے مرنے کا نہیں، کیونکہ ہر بندے کو سموت تو آئی ہی ہے۔ آج وہ تشریف لے گئے کل بعد والوں نے جانا ہے۔

۔ سموت سے کس کو رہنمائی ہے

آج وہ کل بیماری باری ہے

افسوس تو اصل میں اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ مرنے والا نیک بندہ تھا، ہم اس کی خدمت نہ کر سکے۔ ہم نے خدمت کر کے جو اجر کانا تھا ہم اس سے محروم ہو گئے۔ ہم انکی دعاؤں سے محروم ہو گئے۔ ہمیں اس کی دعاؤں سے جو حصہ ملا کرنا تھا وہ حصہ ملنا بند ہو گیا۔

ملک الموت کا میت کے گھر والوں سے خطاب:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ملک الموت جب کسی کی روح قبض کرتا ہے اور گھر والے روٹنا شروع کر دیتے ہیں تو ملک الموت ایک کونے میں کھڑا ہو کر کہتا ہے، افسوس اس کی سموت پر رو رہے ہو۔ ابھی تو مجھے اس گھر میں پاؤں یا رانا ہے۔ جب تک ایک آدمی بھی اس گھر میں باقی ہے میں آؤں گا اور ہر جی کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ اگر ہم اس آواز کو سن لیں تو اس میت پر رونا بھول جائیں اور اپنی فکر میں لگ جائیں۔

أَلَا يَا سَائِكُنَ الْقَفْرِ الْفُلْجِي

مَنْ لَقْنُ عَضَقُوبِ بْنِ الْغُرَابِ

لَنْ الْخَلِكُ بُنَادِي نَحْلُ يَوْمِ

وَالَّذُوا لِقَعُوبِ وَ ابْنُوا لِفَخْرَابِ

خبردار اے عالمشان علات کے رہنے والے۔ تم غریب مٹی میں دفن

کئے جاؤ گے۔ اسے ایک فرشتہ روزانہ پکارتا ہے کہ تم پیدا ہوتے ہو مرنے

کیلئے اور مکان بناتے ہو مرنے کیلئے۔

الْأَخْسَرُ دُنیاء آخرت کی بھیجی ہے۔ آج آپ کا جی چاہے تو نماز میں پڑھ کر بھیجی لگائیے، تلاوت کر کے بھیجی لگائیے، سوچ بول کر بھیجی لگائیے یہ آپ کیلئے نیکیوں کا باغ لگ رہا ہوگا، کسی عورت نے اپنے پردے کا خیال رکھا اس نے نیکی کا باغ لگایا، کسی نے تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی گزاری، کسی نے شریعت و سنت کی پوری پابندی کی، یہ سب نیکیوں کے پھول لگ رہے ہوتے ہیں اور قیامت کے دن یہی نیکیاں پھولوں کا ایک گلہ دست بنا کر گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ نیک آدمی یہی ثمنہ کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ میری قسمت سے الہی پائیں یہ دمک قبول پھول میں نے کچھ چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

جنت کی نعمتیں:

اللہ رب العزت نے اپنے ان نیک بندوں کے لئے جنت کو سجایا ہوا ہے۔ فرمایا کہ اس کے اندر ایسی نعمتیں ہیں کہ مَنَّا لَا غِنَىٰ زَانَتْ كَسَىٰ آنکھ نے اس کو دیکھا نہیں وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ كَسَىٰ کان نے اس کے بارے میں سنا نہیں وَلَا حَظَرٌ غَلَىٰ قلب بَشَر اور کسی بشر کے دل پر اس کا گمان بھی نہیں گزرا۔ گویا وہ جنت ایسا ہے جو ہماری سوچ اور گمان سے بھی بڑی اور بلند و بالا ہے۔ ہم اس کی حیثیت کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ یہ اللہ والوں کے لئے رب کریم کی طرف سے ایک مہمان گاہ بنائی گئی ہے۔ دنیا میں جتنے لوگ نیک اعمال کریں گے اگر ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا تو وہ سب کے سب اللہ رب العزت کے فضل سے جنت میں جائیں گے۔

فرشتوں کی طرف سے مبارکباد:

جب روزِ محشر اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے اعمال کو پذیرائی بخشیں گے اور ان

مخلوق کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں گے تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہے گا کہ ہم جس کے لئے ساری زندگی مجاہدہ کرتے رہے، محنت کرتے رہے آج ہمیں اس محنت کا پھل مل گیا۔ جنت میں فرشتے بھی ان کو مبارکباد دیں گے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ جب جنتیوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو اس وقت وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ فرشتے ہر دروازے سے ان کی طرف اُگل آئیں گے اور ان سے کہیں گے سَلِّمُوا عَلَيْهِمْ بِمَا كَسَبْتُمْ ثُمَّ قُرْءَانٌ مُّحَمَّدٍ نَّبِيٍّ كَرِيمٍ لِيُعْطِيَ اللَّهُ أَجْرَهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ بِمَا كَسَبَ اس کے مقابلے میں ملا۔

عاقلاً انسان کی پریشانیوں میں اضافہ:

اگر دنیا کے اندر غفلت کی زندگی گزاری، انسان اپنی سن مانی کرتا رہا، جی بھلا تو نماز پڑھ لی، ذرا کوئی بھانہ ملا تو نماز قضا ہو گئی، ذرا سا بھانہ ملا تو اعمال چھوٹ گئے، ذرا سا موقع ملا تو سنت پر عمل کرنے کی بجائے رسوں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اگر اس قسم کی غفلت کی زندگی بسر کی ہوگی تو پھر انسان قبر میں بھی پریشان ہوگا، حشر میں بھی پریشان ہوگا اور آگے ہر منزل پر پریشان ہوگا۔ آنے والی ہر منزل پر کی پریشانی میں اضافہ کرتی چلی جائے گی۔ لہذا آج کی زندگی کا وقت بہت قیمتی ہے۔

زندگی کی قدر:

نیک لوگ اس زندگی کے وقت کو یوں سمجھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں میرے اور موتی دے دیے ہوتے ہیں اور ان ہیروں اور موتیوں کو ہم نے ہڈی احتیاط کے ساتھ خرچ کرنا ہے۔ وہ اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے، وہ فضول باتیں

نہیں کرتے، وہ ادھر ادھر کی غیبت کرتے اور سختے نہیں، وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچاتے، وہ اپنی زبان، دل، دماغ، آنکھوں اور کانوں کو گناہ سے بچاتے ہیں، ان کو اللہ کی یاد سے فرصت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہر وقت ان کے پیش نظر رہتا ہے۔ **فَنِعْمَلِ صَالِحًا قَدْ أَفْطَىٰ جُوعًا أَوْ أَفْطَىٰ جُوعًا أَوْ أَفْطَىٰ جُوعًا** جو کوئی بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت و **هُوَ غَوِيٌّ** اور وہ ایمان والا ہو **فَلَسْتَ خَيْرًا** خیر تو ان کو اللہ تعالیٰ پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ یہ اللہ رب العزت کی رحمتیں ہیں کہ وہ اپنے نیک بندوں کو ایسی زندگی عطا فرما دیتے ہیں کہ ان کو دنیا میں بھی عزتیں ملتی ہیں اور آخرت میں بھی عزت افزائی کی جا سکی۔

پانچ چیزوں کی قدر:

اس لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **أَفْطَىٰ قُلُوبَ خُفْسٍ** **قُلُوبُكَ قَبْلَ عَزْمِكَ وَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَ قَبْلَ فُجُورِكَ وَ قَبْلَ مَوْتِكَ** **وَلَوْ أَنَّكَ قَبْلَ شُغْلِكَ** فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے قیمت سمجھ لو اور ان کی قدر کر لو یہ نہ ہو کہ وہ لغتیں چھن جائیں اور پھر ہاتھ تلے پڑیں۔ جوانی کی قدر کرو بڑھاپے سے پہلے، صحت کی قدر کرو بیماری سے پہلے خوشحالی کی قدر کرو بھگدڑی سے پہلے، زندگی کی قدر کرو موت سے پہلے اور فراغت کی قدر کرو مشغولیت سے پہلے۔

میرے دوستو! یہ سو فیصد سچی بات ہے کہ جو ان پانچ نعمتوں کی قدر ان کی موجودگی میں نہیں کرتا تو پھر اسے اس کے مقابل کی پانچ آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے آج سے ہی یہ ارادہ کر لیں کہ ان پانچ نعمتوں کو اللہ رب العزت کی رضا کے حصول کیلئے استعمال کرتا ہے۔ اور یاد رکھیں کہ جو آدمی ان پانچ نعمتوں کو

اللہ رب العزت کی رضا کیلئے استعمال کرتا ہے وہ حقیقی نعمتوں میں حاصل مند ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جہاں کی زندگی اور عاقل کی موت پر دنیا آتسو بیاتی ہے۔

روزِ محشر کس کی پاوشاہی ہوگی؟

میرے دوستو! آج تو ہم اپنی مرضی کی زندگی گزار رہے ہیں، نیکی کی بجائے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پروا نہیں کرتے، مگر یہ نہیں دیکھتے کہ ہم اپنے پروردگار کو اپنی بد اعمالیوں سے نادم نہیں رہے ہوتے ہیں۔ بالآخر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ روزِ محشر تو بالکل اور فقیر ایک ہوں گے۔ کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَطْوَى السُّلَّةُ الشُّحُوبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ هُنَّ بِنِيْدِهِ الْيَمْنَى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا أَعْلَمُكَ، اَيْنَ الْجَنَازُونَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو لپیٹ دیں گے۔ پھر ان کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر فرمائیں گے کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جاہلوگ؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ یہ سن کر صحابہ کرام کی کیا حالت ہوئی، کہتے ہیں

ذُرْتُ مِنْهُ الْعُيُونُ وَ وَجَلَتْ مِنْهُ الْقُلُوبُ

{اس سے ان کی آنکھیں بہ پڑیں اور ان کے دل ڈر گئے}

باپ سے مایوسی:

ایک روایت میں آیا ہے کہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ ایک نوجوان کو کھڑا فرمائیں گے اس کی نیکیاں اور گناہ کچیرہ برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے میرے بندے! تیرے پاس اگر ایک نیکی اور ہوتی تو ہم اپنی رحمت سے تجھے جنت میں بھیج دیتے۔ وہ نوجوان کہے گا یا اللہ! مجھے اجازت دے دیں میں اپنے عزیز و اقارب سے ایک نیکی لے کر آتا ہوں۔ اسے اجازت دے دیجائے گی۔ اس نوجوان کے دل میں اپنے رشتہ داروں کے بارے میں بڑا امان ہوگا۔ وہ سوچے گا کہ میرے رشتہ دار دنیا میں میری ہر مصیبت میں کام آتے تھے اور میں ان کے کام آتا تھا وہ ضرور مجھے ایک نیکی دے دیں گے۔

بھائی سے مایوسی:

چنانچہ وہ سب سے پہلے اپنے بھائی کے پاس جائے گا اور اس سے کہے گا، میرے بھائی! ہم دنیا میں اکٹھے رہتے تھے۔ ہماری خوشی ایک تھی، ہماری غمی ایک تھی، ہم ایک دوسرے کے دست و بازو بن کر رہتے تھے۔ آپ اُکس چیز کی ضرورت ہوتی تو میں پوری کر دیتا تھا اور مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو آپ پوری کر دیتے تھے۔ آج مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے آپ مجھے ایک نیکی دے دیں۔ مگر بھائی کہے گا، بہا! آج کے دن میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا کیونکہ کیا معلوم کہ میری نیکیاں کم رہ جائیں اور مجھے پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گا۔ وہ بھائی سے مایوس ہو کر باپ کے پاس آئے گا۔

بہن سے مایوسی:

یہ نوجوان اپنے ابو کے پاس جا کر کہے گا، ابو جان! میں آپ کا بیٹا ہوں، آپ کا نورِ نظر ہوں، آپ کا لُحّت جگر ہوں۔ مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے آپ مجھے عطا کر دیجئے۔ مگر باپ نیکی دینے سے انکار کر دے گا۔ وہ بار بار کہے گا، بیٹا جان! دنیا میں کوئی مشکل پیش آئی تھی تو میں آپ ہی کے پاس آتا تھا۔ ابو! آج میرے سر کا سایہ تھے، آپ ہی میرا سہارا تھے، مجھے نقصان ہوتا تھا تو میں آپ ہی سے سانس لیتی تھی آ کر دل کھول دیتا تھا اور آپ میری ہر ممکن مدد کرتے تھے، آپ تو مجھے دنیا میں تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ بیٹا! میں تیرے ساتھ ہوں۔ ابو! آج مجھے مشکل گھڑی مجھ پر آ چکی ہے، آپ مجھے صرف ایک نیکی دے دیں۔ مگر باپ نیکی دینے سے انکار کر دے گا۔ اس سے بیٹی کی مایوسی اور بڑھ جائے گی۔

بیوی سے مایوسی:

پھر وہ اپنی بہن کے پاس جائے گا۔ کہے گا میری بہن! میں تیرا بھائی ہوں، دنیا میں مجھے اپنا دیر کتنی تھی، تو کتنی تھی کہ اے میرے دیر! میں تیرے لئے کچھ قربان کر دوں گی۔ تو مجھ پر واری واری جاتی تھی۔ میں تیرا وہی بھائی ہوں۔ میرے پاس ایک نیکی کی کمی ہے۔ آپ کے پاس نیکیاں بہت زیادہ ہیں، مجھے ایک نیکی دے دیں۔ مگر بہن بھی نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔

وہ نوجوان اپنی بیوی کے پاس جائے گا۔ اس کے دل میں بڑا یقین ہوگا کہ بیوی تو ضرور نیکی دے دے گی۔ یہ بڑی نیکیاں کرتی تھی، غمازیں پڑھتی تھی، میں

اپنے سر پر نہیں اٹھا سکتا مگر پیازوں جیسے وزنی گناہوں کو تو نے سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ اگر اسی طرح اپنے گناہوں کو لے کر دنیا سے چلے گئے تو آخرت میں وہ حشر ہوگا کہ ایسا حشر کسی نے دیکھا نہیں۔ پروردگار عالم فرماتے ہیں اِنْسِیْ اُغْثِبْنِہٖ یَحْشُرْ مِیْنِ اِیْمَا غِذَابِہٖمْ کُلًّا اُغْثِبْنِہٖ اُنْحٰذِہٖمُ الْغَالِبِیْنَ کہ جہانِ دالوں میں سے کوئی ایسا عذاب دے نہیں سکتا۔

جہنم میں بھوک اور پیاس کا علاج:

جہنم میں ایک آدمی بھوک کی وجہ سے فرشتوں سے کہے گا کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے دیں۔ فرشتہ اس کو لے کر انگاروں کے ایک پیاز پر چڑھ جائے گا اور چوٹی پر سے اسے دھکا دے دے گا۔ وہ انگاروں پر گرنا ہوائیچے آئے گا۔ زخم اس کو تکلیف دے رہے ہوں گے، جسم جل رہا ہوگا یہاں تک کہ نیچے واہی تک آ کر گرے گا۔ نیچے اٹھ کر کھڑا ہوگا، جسم میں تکلیف ہوگی، درد ہوگا، بھوک ہوگی، پیاس ہوگی اور وہ فرشتے سے فریاد کرے گا کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے دے دو۔ تو فرشتہ قوم کا ایک پودا لے کر آئے گا جس میں کانٹے ہوں گے، کڑواہٹ ہوگی۔ وہ اسے کھانے کے لئے دے گا اسے اتنی بھوک لگ رہی ہوگی کہ وہ اسے کھانا شروع کر دے گا۔ حتیٰ کہ اس کا زہر اس کی کڑواہٹ اس کے کانٹے اس کے پورے جسم میں پھیل جائیں گے، تکلیف اور زیادہ ہو جائے گی۔ وہ منت مانت کرے گا کہ مجھے پانی لا کر دو۔ فرشتہ ایک پیالہ لے کر آئے گا جس میں ابلتی ہوئی کوئی چیز ہوگی۔ وہ پانی نہیں ہوگا کچھ اور ہوگا۔ قرآن سے پوچھئے کہ جہنمیوں کو کیا پلائیں گے؟ قرآن کہہ رہا ہے وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِشْبِیْنِ جہنم میں جہنمیوں کے زخموں سے جو خون گرے گا اور پیپ گرے گی اللہ تعالیٰ اس کو جمع کر دے گا اور

جب پینے کے لئے کوئی جہنمی پانی مانگے گا تو فرشتے خون اور پیپ کا پیالہ بھر کر لائیں گے اور اس کو پینے کیلئے اس کے گھر اس آدمی کو پیاس اتنی ہوگی کہ پیالے کو منہ سے لگا کر پیا شروع کر دے گا۔ اسے شروحات پینے والو! اسے دنیا کے ذائقہ دار پانی پینے والو! اسے دنیا کی اچھی غذا کھانے والو! سوچو تو کسی کہ اگر جہنم میں چلے گئے تو وہاں کیا کھاؤ گے کیا پینے گے؟ آج تو پیپ کسی جگہ پر پڑی ہوئی انسان سے ہوسکتی نہیں جاتی اور وہاں پیپ چٹی پڑ جائے گی۔ وہ آدمی وہی پیپ پیتا رہے گا۔ وہ اتنی گرم ہوگی کہ اس کی آستیں کٹ جائیں گی اور بالآخر جسم باہر نکل جائیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے ٹھیک کر دیں گے۔ پھر اس کو دوبارہ بھوک لگے گی پھر فرشتہ اس کو انگاروں کے پیاز پر لے جائے گا۔ یہی منظر ہمیشہ ہمیشہ چلتا رہے گا۔

جہنمیوں کی آوازیں کتوں جیسی:

ایک روایت میں آیا ہے کہ جہنمی جہنم میں ایک ہزار سال تک روتے رہتے رہتے گئے۔ حتیٰ کہ ان کی آوازیں کتوں کے بھونکنے جیسی آوازیں بن جائیں گی۔ مگر رب العزت کو پھر بھی ترس نہیں آئے گا۔ اسے دوست! آج تیری آنکھ کا ایک آنسو اللہ کی رحمت کو کھینچ سکتا ہے تو دوا منو پائے گا تو اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو دھو کر رکھ دیں گے۔ اگر آج اس دنیا میں نہیں روئے گا تو پھر جہنم میں ہزاروں سال درد کر بھونکنے والے کتوں جیسی آوازیں بن جائے گی مگر اللہ تعالیٰ کو پھر بھی رحم نہیں آئے گا۔

جہنم کی ایک غار کا منظر:

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھا ہے کہ جہنم میں کچھ غار بنے ہوئے تھے جن میں

ہمارے پاس ڈرامے والا آیا تھا مگر ہم نے اس کو بھٹا دیا، ہم نے کہا کہ تو جہنم
ہے، ایسے ہی باتیں بتاتا ہے، ہم آخرت میں جائیں گے تو دیکھی جائے گی۔ اور وہ
یہ کہیں گے اگر ہم ان باتوں کو توجہ سے سنتے اور ہمارے پاس عقل ہوتی تو پھر ہم جہنم
والوں میں سے نہ ہوتے۔

جہنمیوں کی دو نشانیاں:

معلوم ہوا کہ جہنمیوں کی دو خاص نشانیاں قرآن ہمارے ہاں ہے کہ وہ ہدایت کی
بات توجہ سے نہیں سنتے اور اگر سن بھی لیتے ہیں تو پھر سوچتے نہیں کہ ہمیں عمل کرنا
ہے۔ اس بات کو دماغ میں جکد نہیں دیتے۔ قرآن کے یہ دو الفاظ بڑے اہم ہیں
لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ! اے کاش اک اگر ہم سنتے اور ہم اس پر ایمان دیتے تو ہم
جہنم والوں میں سے نہ ہوتے۔ اب بتائیے کہ آج ہم ان نیکی کی باتوں کو سنتے ہیں
ہیں مگر ان پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ فقط سنتے سے جان نہیں چھوڑنے کی۔ سننا ایک عمل
ہے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنا دوسرا قدم ہے۔ اس لئے جو کچھ ہم سنیں اس پر
عمل کریں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے اس بات پر بیعت لی تھی
کہ تم جو کچھ سنو گے تم اس پر عمل کرو گے سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا اے اللہ! ہم نے جو کچھ
ہم نے اس کی اطاعت کی۔

آخرت میں نیک اعمال کی اہمیت:

آج تو دو چار اچھے کپڑے پہن کر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ شاید ہم دنیا کے اچھے
اچھے لوگ ہیں کہ قیامت کے دن ہماری اچھی Personality (شخصیت) کو
دیکھ کر ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔ حالانکہ وہاں پر کجاہری شکل و صورت کو کوئی نہیں
دیکھے گا۔ وہاں تو بڑے بڑے حسن والوں کی سنی پلید ہو رہی ہوگی۔ کیا شکستہ قبر کو

پتھر ہو گئے۔ ایک آدمی کو فرشتہ پکڑ کر اس پتھروں والی غار میں لے جائے گا۔ وہ
اس غار کا دروازہ کھول کر اس آدمی کو اندر داخل دے گا اور دروازے کو بند کر دے
گا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ پتھر اس آدمی کے جسم پر ایسے چڑھ دوڑیں گے جس
طرح شہد کے پتھروں پر شہد کی کھیاں بٹختی ہوتی ہیں۔ اتنے پتھر ایک وقت میں اس
کے جسم پر کاٹیں گے۔ یہ روئے گا، چلائے گا، فریادیں کرے گا۔ مگر وہاں تو کوئی
فریاد سننے والا نہیں ہوگا، کوئی آنے والا نہیں ہوگا، اکیلا ہوگا۔ آج تو ایک کبھی کا فتنی
ہے تو اتنا دادیلا کرنا شروع کر دیا جاتا ہے کہ اتنے پتھر کاٹیں گے مگر اس وقت یہ
ہزاروں سال تک تکلیف برداشت کرنی پڑ جائے گی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج
تو انسان معمولی لذتوں کی خاطر، معمولی آسائشوں کی خاطر، معمولی نفس پرستی کی
خاطر آخرت کے ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کو گلے لگا لے تو پھر اس سے زیادہ بدبختی
اور شقاوت کیا ہو سکتی ہے۔

فرشتوں کے ساتھ جہنمیوں کی گفتگو:

قرآن پاک میں آتا ہے کہ جہنمی کہیں گے کہ اے اللہ! ہمیں موت دے
دے۔ وہ پریشان ہو کر یہ مطالبہ کریں گے مگر ان کو کہا جائے گا لَا تَسْأَلُوا النَّبُوْمَ
فَسَوْءَ اُجَابَتُوْا اذْغَوْا فُتُوْرًا غُثِيْرًا تم ایک موت نہ مانگو کئی موتیں مانگو مگر آج
جہنم میں موت نہیں آئے گی۔ تم اسی طرح جہنم کے اندر اللہ رب العزت کی ناراضگی
میں رہو گے اور جہنم میں اسی طرح سزا دی جائے گی کہ دنیا میں تم نے بات ہی نہیں سنی
تھی۔ فرشتے بھی حیران ہو کر پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈراما والا نہیں
آیا تھا جو جہنم کی باتیں کھول کھول کر سناتا اور جہنم سے ڈراتا۔ وہ کہیں گے کہ

نہیں دیکھتے کہ کیسے کیسے حیثیوں کی مٹی خراب ہو رہی ہوتی ہے۔ وہاں پر تو سب برابر کر دیے جائیں گے۔ ہاں نیک اعمال ہو سکتے جو اللہ رب العزت کے حضور کام آئیں گے۔

حضرت مالک بن دینارؒ کی توبہ کا واقعہ:

حضرت مالک بن دینارؒ سے کسی نے ان کی توبہ کا واقعہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک سپاہی تھا اور مجھے شراب کی عادت پڑی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ میں نے ایک باندی خریدی، وہ بہت حسین و جمیل تھی، مجھے اس سے بہت محبت تھی۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ لڑکی مجھ سے بہت محبت کرتی اور میں بھی اسے بہت پیار دیتا تھا۔ جب وہ چلنے لگی تو اکثر میرے پاس ہی رہتی تھی۔ اس کی ایک عیب سی عادت بن گئی کہ جب بھی شراب کا گلاس منہ سے لگانے لگتا تو وہ میرے ہاتھ سے چھین کر کھڑوں پر شراب گرا دیتی۔ میں اسے محبت کی وجہ سے اٹھا بھی نہیں تھا۔ جب وہ دو سال کی ہو گئی تو وہ فوت ہو گئی۔ اس پر مجھے سخت صدمہ ہوا۔

ایک مرتبہ ۱۵ شعبان کی رات تھی۔ میں شراب پی کر مست ہو گیا، عشاء کی نماز کا بھی ہوش نہ رہا۔ حتیٰ کہ اسی حال میں غلط آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ روزِ نشتر میرے پاس ہے۔ لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف جا رہے ہیں۔ میں بھی انہی لوگوں کے ساتھ جا رہا ہوں۔ میں نے اپنے پیچھے بے آواز سنی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک کالے رنگ کا بڑا اثر دھما میرے پیچھے بھاگ رہا تھا میں بہت خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا وہ بھی میرے پیچھے بھاگنے لگا۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ ایک شخص لباس پہنے ہوئے ایک بوڑھے میاں میرے سامنے ہیں۔ سلام و جواب کے بعد میں نے ان سے کہا کہ خدا کے واسطے مجھے اس بلا سے بچائیے۔ وہ

کہنے لگے کہ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں اس کو بجز سکوں۔ البتہ بھگتا رہا ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر تیری مدد کا کوئی سبب بن جائے۔ میں بھگتا رہا آخر کار ایک نیلے پر چڑھ گیا۔ جب اس نیلے پر چڑھا تو وہاں مجھے جہنم کی دہشت ہوئی آگ نظر آئی۔ اتنے خوفناک مناظر کے باوجود اڑدھے کے خوف کی وجہ سے میں بھگتا ہی چلا گیا۔ قریب تھا کہ میں جہنم میں جا کر تا کہ ایک آواز سنائی دی کہ پیچھے ہٹ جا جہنمی لوگوں میں سے نہیں۔

میں پیچھے گھومنا شروع کیا وہاں ایک بوڑھا دیکھا ہوں کہ وہ بوڑھے میاں پھر سامنے ہیں۔ میں نے انہیں پھر اس کی کہ مجھے اس اثر سے بچائیں۔ بوڑھے میاں رونے لگے اور کہنے لگے کہ اس کے مقابلے میں میں بھگتا کر رہا ہوں اور تباہ ہوں۔ تو ایسا کر کہ سامنے والی دوسری پہاڑی پر چڑھ جا۔ وہاں پر مسلمانوں کی کچھ امانتیں ہیں ہو سکتا ہے کہ تیری بھی کوئی امانت وہاں موجود ہو جس کی مدد سے تو اس اثر سے بچ سکتا ہو۔ میں اس پہاڑی پر چڑھ گیا۔ وہ سامنے بھی میرے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ وہاں کیا دیکھا ہوں کہ ایک پہاڑ ہے۔ اس میں بہت سی کھڑکیاں ہیں جن پر پردے ہیں۔ ہر کھڑکی کے دو دروازے سونے کے ہیں جو یا قوت اور موتوں سے مزین ہیں۔ ہر کواڑ پر، نشی پردہ ہے۔ جب میں اوپر چڑھا تو فرشتے نے کہا کہ کواڑ کھول کر اور پردے اٹھا کر باہر نکل آؤ شاید تم میں سے کوئی امانت اس مصیبت زدہ شخص کی مدد کر سکے۔ جب کواڑ کھلے اور پردے اٹھے تو ان میں سے چمکتے چہروں والے بہت سے بچے نکلے۔ اس دوران اثر دھما میرے بہت قریب آ گیا۔ بچے چمکنے لگے اور کہنے لگے کہ جلدی جلدی سب نکل آؤ۔ اس پر بہت سے بچے نکل آئے۔ اچانک میری نظر اپنی اس دو

سالہ بچی پر پڑ گئی جو سرگئی تھی۔ دو مجھے دیکھ کر رو نے لگی۔ اور اس نے کہا: خدا کی قسم! یہ تو میرے ابا ہیں۔ پھر وہ ایک نور کے چلنے پر چڑھ گئی۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ سے مجھے سنبھالا اور دایاں ہاتھ جیسے ہی سانپ کی طرف بڑھایا تو وہ سانپ پیچھے بھاگنے لگا۔ مجھے بٹھا کر وہ میری گود میں بیٹھ گئی اور میری دائیں طرف ہاتھ پھیرنے لگی، اور کہنے لگی: اَلَمْ يَنْبَأَنَّ رُسُلَهُمْ اَنْتُمْ اَنْ تَخْشَعُوا لِقُلُوبِهِمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ كَيْفَا اِيْمَانِ وَالْوَلَدِ كَيْفَا اس بات کا وقت ابھی تک نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ رب العزت کے ذکر کے لئے اور اس حق بات کے واسطے جوان پر نازل ہوئی جھک جائیں۔

اس کی بات سن کر میں رو نے لگا اور پوچھا کہ تم قرآن شریف کو جانتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہم سب قرآن شریف کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ جب میں نے اس اثر و حمے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ کے گناہ تھے جو آپ کو جہنم میں ڈالنے پر تھے ہوئے تھے۔ پھر میں نے سفید لباس والے بزرگ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ آپ کی نیکیاں تھیں جو اتنی کمزور ہو گئیں کہ وہ اس سانپ کا مقابلہ نہ کر سکتی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ تم اس پہاڑ پر کیا کرتی ہو اس نے بتایا کہ ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں جو قیامت تک یہاں رہیں گے اور اس وقت ہم آپ کی سفارش کریں گے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

اٹھنے کے بعد بھی اٹھو حمے کی دہشت مجھ پر سوار تھی۔ میں نے اسی وقت اللہ رب العزت سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگی اور برے کاموں کو چھوڑ کر نیک کام کرنے لگا۔

احسان کا بدلہ:

دنیا میں انسان جو بھی عمل کرے گا وہ اس کے نامہ اعمال میں محفوظ رہے گا

چاہے اس کو بھولی ہی کیوں نہ گیا ہو۔ اگر وہ کسی پر احسان کرے گا تو اسے یقیناً اس کا فائدہ ہوگا۔ قیامت کے دن جہنمی ایک صف میں کھڑے کئے جائیں گے۔ ان کے سامنے سے اللہ کے ایک ولی گزریں گے۔ اس صف میں سے ایک آدمی ان کے قریب آ کر کہے گا کہ آپ میرے لئے سفارش کر دیں۔ وہ پوچھیں گے، تو کہیں ہے؟ وہ جہنمی کہے گا، تو مجھے نہیں جانتا، میں نے دنیا میں تجھے نکال دیا وقت پانی پلایا تھا۔ وہ بزرگ اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ رب العزت کے حضور لے جائے گا اور عرض کرے گا، یا اللہ! اس کا مجھ پر نکالنا احسان ہے لہذا اس کی مغفرت فرما دے۔

تو انی اس بزرگ کی سفارش کو قبول کر کے اس کی مغفرت فرما دیں گے۔ سبحان اللہ! جہنمیوں کا لباس:

جہنمیوں کا لباس کیا ہوگا؟ آپ ذرا سوچئے تو سمجھیں کہ اگر ہم ایک لگی سے کھڑے رہے ہوں اور ایک کتا مرا پڑا ہو تو وہاں کتنی بدبو ہوتی ہے۔ گزرا جنکس جاتا ہے۔ گدھا مرا پڑا ہو تو پورے محلے میں بدبو پھیل جاتی ہے۔ ایک جانور کی لاش اگر زمین میں مڑ جائے تو اتنی بدبو ہوتی ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ساری دنیا کے انسانوں، حیوانوں، پرندوں، پھلیوں، حتیٰ کہ ساری مخلوق کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور سب کو موت دے دی جائے اور ان کی لاشیں گل سڑ جائیں تو جتنی بدبو اس جگہ پر ہوگی۔ جہنمی کو جو کپڑے پہنائے جائیں گے ان کی بدبو اس سے بھی زیادہ ہوگی۔

اے دوست! تو آج اتنی خوشبو نہیں استعمال کرتا ہے کبھی فرانس کی Prison کی خوشبو بھی، UK کی فلاں خوشبو۔ سوچ تو سمجھیں کہ کھ جہنم کے اندر ایسا پوشاک پہنا دیں گے جس میں سے اتنی بدبو آ رہی ہوگی۔ سوچئے تو سمجھیں

کہ آگ کا مکان ہوگا، پریشانی ہی پریشانی ہوگی۔ اس لئے عقل مند کو چاہیے کہ آج ہی نصیحت حاصل کر لے۔

جنہیں جہنم کی پیکار:

جنہیں جہنم کی تکلیفوں سے نکل آ کر کہیں مے زینا غلبت غلبنا یفوقنا اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی غالب آگئی، وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ہم تو بے گمراہ تھے۔ وَبُنَا اٰخِرُ جَنَّا مِنْهَا اے ہمارے پروردگار! ہمیں جہنم سے نکال دے لَئِنْ عَلِمْنَا لَئِنْ عَلِمْنَا اے اللہ! اگر ہم دوبارہ گمراہ کرنے والے بنے تو ہم واقعی گمراہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا غصہ:

مگر اللہ تعالیٰ اتنا ناراض ہوئے کہ فرمائیں مے فال اخسؤ فیہا وَلَا تُكَلِّعُوْنَ اے مردود! دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ اور مجھ سے بات تک نہ کرو۔ دنیا میں کتنے جنہیں سمجھانے والے آئے، ایمان والوں نے جنہیں سیدھا راستہ دکھانا چاہا مگر تم ان کی بات سننے ہی نہیں تھے۔ اگر ایک کان سے سننے تھے تو دوسرے سے نکال دیتے تھے۔ وہ جنہیں دین کی طرف بلاتے تھے تم دور بھاگتے تھے۔ وہ جنہیں اسلام کی طرف بلاتے تھے تم غر کی رسموں کی طرف بھاگتے تھے۔ جنہیں تو دھیان ہی نہیں آتا تھا۔ لَکُمْ مَغْنَمٌ تَسْتَفْهِمُوْنَ تم تو ایمان والوں کا مذاق اڑا کر تے تھے۔ آج جنہیں احساس ہوگا کہ وہی لوگ دنیا میں بچے تھے۔

صدقہ کی برکات:

مضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو بھی روکتا ہے اور

بری موت سے بھی حفاظت کا سبب ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جہنم کی آگ سے بچنا چاہیے آدھی کھجور بنی سے کیوں نہ ہو۔ اور فرمایا گیا کہ صدقہ ظلمات کو اپنے بچھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔ یعنی جس قدر آدمی صدقہ کی مقدار زیادہ ہوگی اتنا ہی گمراہی اس سخت دن میں ہوگا جس میں گمراہی اتنی شدت ہوگی کہ مٹ تک پسینہ آیا ہوا ہوگا۔ اس لئے جو آدمی یہ چاہے کہ روز قیامت اللہ رب العزت کی ناراضگی اور جہنم کی آگ سے بچ جائے وہ کثرت سے صدقہ دینا کرے۔

قرآن مجید کی فریاد:

آج ہم سکول دکان کی دوسری کتابیں تو پڑھ رہے ہیں مگر قرآن کو کچھ کیلئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ جب کہ قرآن خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے وَبُنَا اٰخِرُ لَئِنْ عَلِمْنَا لَئِنْ عَلِمْنَا اے اللہ! اگر ہم دوبارہ گمراہ کرنے والے بنے تو ہم واقعی گمراہ ہوں گے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قرآن کو قیامت کے دن ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں پیش کیا جائے گا اور قرآن پھٹ کر رکے گا۔ کہے گا اے اللہ! آپ نے مجھے ان لوگوں کے پاس بھیجا تھا۔ میں ان کے گھر میں پڑا ہوا تھا۔ مگر کمال سارا دن بیٹھ کر ٹی وی دیکھا کرتا تھا، اخبار جہاں پڑھتا تھا، اس کو انگلیں ڈانچتے اور اردو ڈائجسٹ سے فرصت نہیں ہوتی تھی۔ میں ایک الماری میں پڑا ہوا تھا۔ میرے اوپر گرد مٹی پڑی ہوئی تھی۔ یہ صفائی کرتے ہوئے میرے اوپر سے بھانڈا پھونک تو کر دیتا تھا مگر اس نے کبھی غلاف نہیں کھولا تھا، کبھی اس نے مجھے پڑھا

جانا بہت نہیں کرتا۔ اسی طرح موسیٰ موت سے گھبراتا ہے لیکن جب اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے تو پھر دنیا میں لوٹ کر آنا پسند نہیں کرتا۔

الشكری رحمت :

اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے مرید کرام و متوسلین کے سامنے سولہ سال تک اللہ رب العزت کی رحمت کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد ایک دن اپنے دربار میں آپ نے عذاب کا تذکرہ شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ ہمارا کما ہے عبدالقادر! کیا میری رحمت ختم ہو گئی ہے کہ تم نے میرے عذاب کا تذکرہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

حضرت ابو امامہ باقرؓ کے پردہ سی نے اپنے بھتیجے کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے میری ماں کے سپرد کر دیجئے تو وہ مجھے کیسی بھینکتی؟ انہوں نے کہا جنت میں۔ تو جو ان کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تو ماں سے سب سے بڑا ہے۔

قیامت کے دن ایک نیک شخص کو جہنم میں بھیجئے گا حکم ہوگا۔ وہ اپنی نیکیوں سے
 بھرتی ہوگا۔ اسے فرمایا جائے گا کہ آج میں تمہیں اپنی رحمت سے اسی طرح مایوس
 کروں گا جس طرح تم دنیا میں لوگوں کو میری رحمت سے مایوس کرتے تھے۔

فکر معاش کے غم پر اجڑ:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ بَلِّغْ أَلْبَاسًا مُّزَيَّنَةً لِّهَآئِذَا نُنَادِيَنَا فَرَسًا
مُتَابِعِينَ پر دن اول بدل کر آتے رہتے ہیں۔ کبھی خوشحالی کے دن نصیب ہوتے
ہیں اور کبھی تنگدستی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر خوشی کے دنوں میں انسان اللہ تعالیٰ

نہیں تھا۔ اس نے اتنا اجنبی بن کر زندگی گزاری کہ میرے لئے فرصت نہیں تھی۔ اے اللہ! میرا حق بکھے والا ہے۔ اللہ رب العزت پوچھیں گے کہ حیرا حق کیا ہے؟ وہ کہے گا آج اس کو اس کے گناہوں کی سزا دی جائے۔ چنانچہ اس شخص کو اندھے منہ جہنم کے اندر ڈال دیا جائے گا۔ سوچئے تو سمجھیں کہ ہم قرآن کا حق پورا کرتے ہیں اور نہ ہی رمضان کا حق پورا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ہمارا کیا بنے گا؟

اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی:

میرے دوستو! جو جہنہ دنیا میں نیکوکاری کی زندگی گزارے گا اور پھر آخرت میں جا کر اپنے مدارج دیکھے گا تو اسے دنیا کی سب چیزیں بھول جائیں گی۔ اسے ایسی عزت ملے گی کہ اس کے بعد ملت نہیں ہوگی۔ ایسی شاہی ملے گی جس کے بعد فقیری نہیں ہوگی۔ ایسی بلندی ملے گی جس کے بعد پستی نہیں ہوگی۔ ایسے پیار ملیں گے جن کے بعد غرتیں نہیں ہوں گی۔ سبحان اللہ! یہی ہے کامیاب انسان جس نے دنیا کی زندگی میں چند دن تو مشک میں کاٹ لئے۔ نمازیں پڑھ لیں، روزے رکھے، طاہرات کی، پردے میں، گزرا، نیکی تقویٰ اور پرہیزگاری میں وقت گزارا، شریعت کے مطابق زندگی کو ڈھالا اور اب اس کے لئے نیک، بخیروں کے دروازے کھل گئے۔ سبحان اللہ! یہ مہمان بھی بنا تو کس کا؟ اپنے پروردگار کا۔ ارے! ہر میزبان اپنی شان کے مطابق میزبانی کرتا ہے۔ رب کریم نے مہمان نوازی کیلئے جنت کو سجا رکھا ہے سبحان اللہ۔

جب انسان کو اتنی نعمتیں مل جائیں گی تو وہ پھر دنیا میں لوٹ کر آتا پسند نہیں کرے گا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں مومن کی مثال دیت کے بچے کی مانند ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے لیکن روشنی دیکھنے کے بعد رحم میں داخل

کی رضا کیلئے خوب خرچ کرے اور تنگدستی کے ایام میں مہر و عطیہ سے کام لے تو اسے ان ہر دو صورتوں میں اجر ملے گا۔ انسان جب اپنی روزی کی تلاش کرتا ہے اور غمزدہ ہوتا ہے تو اس پر بھی اسے اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ گناہوں میں سے بعض گناہوں کا کفارہ نماز روزے سے نہیں ہوگا بلکہ طلب معاش کے غم سے ہوگا۔

بلا حساب جنت میں داخلہ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اے اللہ! جو کوئی روزانہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ مَا رَكِبْتُ لِيْ فِي الْعَمَلِ وَ فِيْ مَا بَعْدَ الْعَمَلِ

(اے اللہ! میری موت میں اور موت کے بعد کی حالت میں برکت دے)

تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں جو نعمتیں دی ہوں گی ان کا اس سے حساب نہ لیا جائے گا۔



عشق الہی سے لہریز دلوں والے اہل اللہ جانتے ہیں کہ موت کے بعد وہ سال بار ہوگا لہذا وہ موت کی خبر سن کر خوش ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کو کوئی آ کر بتاتا کہ فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے تو فرماتے، الحمد للہ اس کی جان چھوٹ گئی۔ سبحان اللہ۔ اللہ والے جانتے ہیں کہ یہاں کا ایک ایک دن امتحان کا دن ہوتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ موت کے وقت ان کی زبان سے نکلتا ہے قُـرْآنٌ وَ زَبْنُ الْكَفْبَةِ رب کہہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ سبحان اللہ! گویا دو موت کے انتظار میں ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ الْقَمْرُثُ جَنَّتْ يُوحِيْلُ الْحَبِيْبُ اِلٰی

الْحَبِيْبُ۔ موت ایک بل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے طار یا کرتی ہے۔ یہ بات بھی ان کے پیش نظر رہتی ہے کہ الْقَمْرُثُ تُخَفِّفُ الْقَمْرُثُ مِنْ مَوْتِ مَوْتِ كَا تَقْدِرُ ہے۔ ان کے لئے موت خوشی کا دن ہوتا ہے۔ جی ہاں، ان کے لئے موت سلامتی کا دن ہوتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی يَوْمِ الْوِلْدَتِ وَ يَوْمِ الْقَمْرُثِ وَ يَوْمِ الْبُعْثِ خُبْرًا (سلام ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مردہ گا اور جس دن میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا)

انسانی زندگی میں تین دنوں کی اہمیت:

تین دن انسانی زندگی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں ایک وہ دن جس میں دنیا میں آتا ہے۔ اللہ کرے کہ کوئی نیک بندہ پاس ہو جو کھنی ڈال دے اور اذان پڑھ کر اقامت کبڑے کیونکہ اس کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ دن جب دنیا سے جانا ہوتا ہے۔ وہ دن انسان کے لئے بڑی مصیبت کا دن ہوتا ہے۔ اگر نیکی پر زندگی گزار دی ہوگی تو وہ دن اس کیلئے سعید کا دن بن جائے گا۔ اور تیسرا وہ دن جب انسان اللہ رب العزت کے حضور رکھڑا ہوگا۔

حضرت ممشا و دینوریؒ کا چہرہ سے انکار:

حضرت ممشا و دینوریؒ ایک بزرگ ہیں۔ ان کی وفات کا وقت غریب آیا۔ ایک آدمی پاس تھا وہ کہنے لگا، اے اللہ رب العزت! ممشا کو جنت کی نعمتیں نصیب فرمادے۔ حضرت نے اس کی طرف غصے سے دیکھا۔ وہ کہنے لگا، حضرت! مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟ فرمایا، ہاں، پچھلے تین سال سے جنت میرے سامنے پیش کی جا رہی ہے مگر میں نے ایک لمحہ بھی اللہ سے نظر ہٹا کر جنت کی طرف نہیں دیکھا، تم

میرے لئے جنت کی دعا کیں مانگتے ہو۔ جی ہاں، یہ وہ حضرات ہیں جنہیں ہر لمحہ اپنے پروردگار کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔

حضرت ابن فارضؒ کا جنت سے انکار:

حضرت ابن فارضؒ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ ایک عجیب کاٹھ انسان تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے سامنے جنت پیش کی گئی انہوں نے جنت سے چہرہ مودر دوسری طرف کر لیا۔ وہ ہماری طرح نہیں تھے بلکہ ان کی نظر اللہ کی ذات پر رہتی تھی۔ جب انہوں نے اپنی نگاہیں دوسری طرف کر لیں تو اس وقت انہوں نے عربی کا بڑا عجیب شعر پڑھا۔ خود کرنے والوں کیلئے اس میں بڑا لطف ہے۔

إِنْ كَانَ مُنْجِي لِي الْخَبِثُ عِنْدِي

مَا قَدْ زِلْتُ لَقَدْ خِيفْتُ أَبَايَ

کہ اے اللہ! میری ساری زندگی کا اجر تیرے نزدیک یہ ہے کہ تو مجھے جنت دے دے گا تو پھر میں نے کیا پایا۔ میں نے تو پھر اپنی زندگی تباہ کر لی۔ اے اللہ! مجھے ان نعمتوں کی نہیں بلکہ تیرے مشاہدے کی ضرورت ہے۔ مجھے تو اس پیغام کی ضرورت ہے کہ تیری طرف سے یہ انعام مل جائے کہ میرے بندے تیری گزری ہوئی زندگی پر میں راضی ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کا منظر:

مومن موت سے نہیں ڈرتا بلکہ موت مومن سے ڈرتی ہے۔ ملک الموت حضرت سیدنا ابراہیمؑ کے پاس آئے۔ عرض کیا اے ابراہیمؑ خلیل اللہ! آپ کو اللہ رب العزت نے یاد فرمایا ہے۔ پوچھا کیا مطلب؟ عرض کیا جی میں آپ کی روح

قبض کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا خَلِّ ذَاتُكَ خَلِيلًا يَفْقِضُ ذَوْخَ خَلِيلِهِ کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست کی روح قبض کر رہا ہو؟ ملک الموت نے یہی بات اللہ رب العزت کے حضور پیش کر دی تو اللہ رب العزت نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ جبرائیلؑ ابراہیمؑ خلیل اللہ سے کہہ دو خَلِّ ذَاتُكَ خَلِيلًا يَنْكُرُ لِقَاءَ خَلِيلِهِ کیا آپ نے کسی دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست سے ملاقات سے انکار کر رہا ہو؟ سیدنا ابراہیمؑ خلیل اللہ سمجھ گئے کہ مجھے موت آئے گی تو اللہ رب العزت سے ملاقات نصیب ہو جائے گی۔ چنانچہ کہنے لگے ملک الموت اعْبِجْ عِلَّ جِلْدِي كَرَجَلِي كَرَجَلِي روح کو قبض کر لے، مجھے اللہ سے واصل کر دے۔ سبحان اللہ۔

خوش نصیبوں کے شب و روز:

دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت مختصر سی ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تلخ کی۔ پوری زندگی تو اس سے بھی زیادہ مختصر ہے۔ آپ کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو اللہ رب العزت نے پوچھا اے میرے نبی! آپ نے اپنی زندگی کو کیا پایا۔ عرض کیا، یا اللہ! یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک مکان ہے جس کے دو دروازے ہیں۔ میں ایک دروازے سے داخل ہوا ہوں اور دوسرے دروازے سے باہر نکل آیا ہوں۔ اس کے پیش نظر ہماری بچاس یا سو سال کی زندگی، یہ بھی لمحے دو لمحے کی بات نظر آئے گی۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ ان کے اعضاء و جوارح اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ لوگ تنگی بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ تنگی میں ناشکری کے الفاظ زبان پر نہیں لاتے

اور اگر ان کو فراوانی اور کشائش کے حالات نصیب ہو جائیں تو وہ اس پر مغرور اور
مکبر نہیں ہوتے وہ اپنی اوقات کو جاننے والے ہوتے ہیں۔ اپنی زبان سے کوئی بڑا
بولی نہیں بولتے۔ ہر دم ان لوگوں کی کوشش مالک حقیقی جل شانہ کی رضا کا حصول
ہوتا ہے۔ یہ وہ اونچی شان والے لوگ ہیں جو اپنی رضا کو اللہ جل شانہ کی رضا میں
گم کر چکے ہوتے ہیں جن کی اپنی پسند پسند نہیں ہوتی جن کا اپنا چناؤ چناؤ نہیں ہوتا۔
یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کی مکرہات طہیہ مکروہات شرعیہ کے بالکل مطابق ہو جایا
کرتی ہیں۔

سڑی ہوئی بدبو دار دنیا سے نجات:

ایسے اللہ والوں کی موت ان کے لئے خوشیوں کا پیغام بن کر آتی ہے۔ وہ
ملک الموت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ دنیا سے جان بھوٹ گئی۔ ایک بزرگ فوت
ہوئے کچھ عرصہ کے بعد کسی کو خواب میں ملے۔ اس نے پوچھا حضرت! آگے کیا
معاملہ پیش آیا؟ فرمایا تمہاری سڑی ہوئی بدبو دار دنیا سے نجات مل گئی۔ جی ہاں وہ
اس لئے خوش ہوتے ہیں کہ وہ جس کے پاس جا رہے ہیں وہ ان دنیا والوں سے
زیادہ بہتر ہے۔

ایک بزرگ کی موت کا عجیب و غریب منظر:

اگر ہم بھی منت کریں گے تو موت کا دن غم کا نہیں بلکہ خوشی کا دن بن جائے
گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کو موت کا خوف ہی نہیں ہوتا۔ وہ موت کو تکرار کی
طرح نہیں سمجھتے جو کہ سر پر لٹک رہی ہو بلکہ ان کو موت آرام سے آ جاتی ہے۔
حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ ایک بزرگ تھے۔ ان کی عطر کی دوکان بھی چھوٹی

چھوٹی شیشیوں میں عطر رکھا ہوا ہوتا تھا۔ ایک اللہ والا آیا۔ اس نے بڑی حیرانی
سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نظر میں اٹھائیں۔ یہ اس وقت فرحان تھے زندگی میں
عجیب شان تھی، مستانی زندگی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ بڑے میاں! کیا دیکھتے ہو؟
دیکھتے تھے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اتنی شیشیوں میں تیری روح انکی ہوئی ہے، تجھے
موت کیسے آئے گی؟ انہوں نے غصے میں کہا جیسے تجھے موت آئے گی۔ بڑے
میاں نے کہا، اچھا تجھے تو پھر ایسے موت آئے گی۔ بڑے میاں وہیں لیٹ گئے کہ
کپڑا اوپر لیا ٹکڑہ پڑھا اور اللہ کو پیار سے ہو گئے۔ ان کے دل پر چوٹ لگی کہ اللہ
اب بڑے میاں نے موت کے لئے کتنی تیاری کی ہوئی تھی کہ اتنی آسانی سے چلے گئے۔
میں نے تو تیاری نہیں کی۔ چنانچہ انہوں نے پکی توپ کی ٹیک بنے حتی
مذکرۃ الادب کے مصنف بن گئے۔ سبحان اللہ۔

مرنے کے لئے اچھی جگہ کی تلاش:

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے تھے۔ ایک آدمی آ کر
نگار یہاں کوئی ششدری اچھی جگہ ہے جہاں کوئی مر سکے؟ ہم نے کنویں کی طرف
اشارہ کر دیا۔ اس نے جا کر کنویں کے پانی سے غسل کیا، غسل پڑھے اور سو گیا۔ کوئی
دیر کے بعد نہ نکلا وقت ہوا تو ہم بھی وہاں پہنچے۔ ہم نے دھوکا دیا اور سوچا کہ اس کو
بھی جگہ دیں۔ چنانچہ جب اس کو جگہ نے لگے تو دیکھا کہ وہ تو اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔
حضرت ذوالنون مصرقیؒ سے کسی نے انتقال کے قریب پوچھا کہ کچھ فرماتا ہے،
کوئی خواہش ہو تو بتا دیں۔ فرمایا، صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اس کی
معرفت حاصل ہو جائے۔

شیخ ابو یعقوب سنوئی کے پاس ان کا ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل ظہر

جامل بھی مگر اذان کے وقت کام چھوڑ دینی تھی۔ سبحان اللہ۔

۔۔ تصدق اپنے خدا کے جاؤں کہ مجھ کو آتا ہے چار انا

ادھر سے ایسے گناہ عظیم ادھر سے یہ دم بدم عتاب

امام ابو ایوب سلیمان کی مغفرت کیسے ہوئی؟

امام ابو ایوب سلیمان بن راؤ و شاؤ کوئی (متوفی ۲۳۲ھ) کا جب انتقال ہوا تو بعد میں کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کیا آپ کی مغفرت ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں میری مغفرت ہو گئی ہے، پوچھا، اللہ کو آپ کا کیا عمل پسند آیا جس کی وجہ سے آپ کی بخشش ہو گئی؟ آپ نے فرمایا، ایک دفعہ میں کتابیں لے کر چار ہاتھ، راستے میں بارش شروع ہو گئی، کوئی قیمت بھی قریب لگا کر آئی، چنانچہ میں نے کتابوں کے اوپر دوہرا ہو کر بارش اپنی کمر پر جمیل لی مگر کتابیں نہ بچھینے دیں، اللہ تعالیٰ نے اسی عمل کی بنا پر مغفرت فرمادی۔

حضرت بازید بسطامی کا قبر میں فرشتوں کو جواب:

اللہ والوں کے ساتھ قبر میں عجیب معاملہ ہوتا ہے۔ حضرت بازید بسطامی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے۔ اس نے پوچھا، حضرت! آگے کیا معاملہ بنا؟ حضرت نے فرمایا کہ جب میں خوش ہوا تو فرشتے آئے اور کہنے لگے، ار بڑھے! تم کیا لائے ہو؟ میں نے کہا کہ جب کوئی شہنشاہ کے دربار میں آتا ہے تو یہ نہیں پوچھتے کہ تم کیا لے کر آئے ہو بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تم کیا لینے آئے ہو۔ فرشتے میرا جواب سن کر دامن چلے گئے۔

کے وقت مر جاؤں گا۔ جب دوسرا دن آیا تو دو وکیل کے وقت مسجد حرام میں آیا طواف کیا تو تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔ ان کے پیر و مرشد نے اس کو غسل دیا اور دفن کر دیا۔ جب اس کو قبر میں رکھا گیا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ شیخ نے پوچھا، کیا مرنے کے بعد بھی زندہ ہو؟ وہ کہنے لگا، ہاں میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔

امام غزالی کا قابل رشک سفر آخرت:

امام غزالی اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ رکاوۃ القلوب اور احیاء العلوم انکی مشہور تصانیف ہیں۔ وہ ایک مرتبہ سو سوار کے دن فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے لئے کفن منگایا۔ اس کو چوما، آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے بڑی خوشی سے حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئے اور فوراً جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ سبحان اللہ جنہوں نے موت کی تیاری کی ہوتی ہے وہ یوں خوشی خوشی اپنے خالق و مالک کے حضور کے پیش ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

اذان کا احترام کرنے پر بخشش:

اللہ تعالیٰ کی رحمت بخشے کے لئے یہاں دو غلطی ہے۔ ایک جامل عورت مرتے وقت کچھ بول رہی تھی۔ گھر والوں نے غور کیا تو محسوس ہوا کہ عربی زبان میں بات کر رہی تھی، وہ ایک مولوی صاحب کو بلا کر لائے۔ انہوں نے جب غور سے سنا تو دو عورت کہہ رہی تھی "إِنْ خُذْنِي رَجُلَيْنِ يَشْوَانِ أَنْ خَلِي الْمَجْنُونِ" یہ وہ آدی مجھے کہہ رہے ہیں کہ جنت میں داخل ہو جا۔ مولوی صاحب نے یہ سنا تو بڑے حیران ہوئے۔ انہوں نے گھر والوں سے پوچھا کہ اس کا خاص عمل کیا تھا؟ سب گھر والوں نے بتایا کہ وہ بالکل

مدینہ منورہ میں مرنے کی تمنا:

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہو سکتا تو وہ ہے میں آ کے مر جا۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: اَمْسِرْ فِيْ بَيْتِيْ فَلْيَبْنِيْ لِيْ فِيْهِ جَنَازِيْ جَزَاءُ بِمَا رَزَقْتَنِيْ مِنْ اَمْرِ اَنْبِيَاءٍ۔ (میں دُعا کرو کہ میرا مہمان بن جائے۔ جب یہ فرامین رسول ﷺ اکابرین امت تک پہنچیں تو ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا یہ ہوتی تھی کہ یاد محبوب ﷺ میں موت آئے۔ حضرت عمرؓ اکثر یہ دعا مانگتے تھے: "وَاَجْعَلْ قَبْرِيْ قَبْرَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ"۔ (اے اللہ! میری قبر اپنے محبوب ﷺ کے شہر میں بنانا۔)

حضرت امام مالکؒ نے ساری زندگی صرف ایک دفعہ حج کیا حالانکہ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں مجھے مدینہ منورہ سے موت نہ آ جائے۔ اس تمنا کے باوجود اب اتنا تھا کہ مرد میں مدینہ میں بول و براز نہیں کرتے تھے۔ اس کے لئے وہ یوں کرتے تھے کہ مدینہ منورہ کی آخری حدود تک جاتے اور دفعہ حاجت کیلئے اس طریقہ سے بیٹھے کہ آپ خود تو مدینہ منورہ کی حدود میں بیٹھے اور بول و براز مدینہ منورہ کی حدود سے باہر کرتا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: اَلْحَسْبُ مَا رَزَقْتَنِيْ مِنْ اَمْرِ اَنْبِيَاءٍ۔ (اَلْحَسْبُ مَا رَزَقْتَنِيْ مِنْ اَمْرِ اَنْبِيَاءٍ)۔ "اَلْحَسْبُ مَا رَزَقْتَنِيْ مِنْ اَمْرِ اَنْبِيَاءٍ"۔ (اے اللہ! رسول ﷺ کی عبادت، حدیث نبوی ﷺ کی تدوین اور رسول اللہ ﷺ کے شہر میں دفن ہونا۔ سبحان اللہ! محبت و ادب کا یہ حسین استخراج بہت کم دیکھا گیا ہے۔)

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے ایک مرتبہ سفر حج سے واپسی پر اپنے دل کی تمنا کو کافرانہ طریقوں پر یوں کھول کر رکھا:

راہِ بعد بصریہ کا فرشتوں کو جواب:

راہِ بعد بصریہ اللہ کی نیک بندی تھیں۔ وفات کے بعد کسی کو خواب میں ملیں۔ پوچھا: اماں! آگے کیا بنا؟ کہنے لگیں: میرے پاس منکر نکیر آئے اور کہنے لگے: مَنْ رَزَقَكَ تَبِرا ب کون ہے؟ میں نے ان کو جواب دیا کہ اللہ رب العزت سے جا کر کہو۔ اے اللہ! میری اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق ہے اور تو مجھ پر دھیا کو نہیں بھولا، میرا تو تیرے سوا کوئی ہے ہی نہیں بھلا میں تجھے کیسے بھول جاؤں گی۔ اللہ اکبر

حضرت جنید بغدادیؒ کا فرشتوں کو جواب:

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی وفات کے بعد انکو کسی نے خواب میں دیکھا، اس نے پوچھا: حضرت آگے کیا بنا؟ فرمایا منکر نکیر آئے اور کہنے لگے: مَنْ رَزَقَكَ تَبِرا ب کون ہے؟ میں نے کہا میرا رب وہی ہے جس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم جہنم کو سمجھا کرو۔ میرا یہ جواب سن کر وہ کہنے لگے کہ چلو چلو اس کو پہلے ہی سے سبق یاد ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرشتوں کو جواب:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ اپنی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے۔ اس نے کہا: حضرت! کیا بنا؟ فرمایا فرشتے میرے پاس آ کر کہنے لگے: مَنْ رَزَقَكَ تَبِرا ب کون ہے؟ تو میں نے ان سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے: ہم تم عرش النبی سے نیچے آئے ہیں۔ میں نے کہا تم عرش النبی سے اتنا فاصلہ طے کر کے نیچے آئے ہو اور اللہ کو نہیں بھولے، میں زمین کی سطح سے چند ہاتھ نیچے آؤں تو کیا میں اللہ کو بھول جاؤں گا؟ سبحان اللہ

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان عینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مہر و مار

مرنے کے بعد ثواب پہنچنے کی تین صورتیں:

میرے دوست محمد عث پاک میں آیا ہے "اِذَا فَاثُ الْاِنْسَانِ اِنْفَطَحَ
عَصْفُهُ اِلَا ثَلَاثُ" (جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل منتقل ہو جاتے ہیں
سوائے تین عملوں کے)۔ سبحان اللہ۔ بندہ فوت ہو جاتا ہے مگر اس کے تمام اعمال
کے ثمن کھاتے کھلے رہتے ہیں۔ ایک کھاتا: صَدَقَہٗ جَارِدَہٗ کا اگر اس نے دنیا میں
کوئی ایسا کام کیا تھا جو صدقہ جاریہ تھا تو یہ کھاتا کھاتا کھاتا رہے گا اس کا ثواب اس کو پہنچتا
رہے گا۔ دوسرا کھاتا: ایسا علم ہے کہ جس سے اس نے دوسروں کو فائدہ پہنچایا ہو یعنی
دوسروں کو نیکی کی طرف بلایا ہو۔ اور تیسرا "وَلَمْ يَصَالِحْ" یعنی نیک اولاد ہے جس
میں چاہے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیں تاکہ وہ نیک بن کر ہمارے
لئے دعویٰ شرافت اور اخروی نجات کا ذریعہ بنے۔

لحہ فکر یہ:

میرے دوستو اللہ کے نیک بندے اپنے انوارات و برکات سمیت تیزی سے
اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور یہ جگہ ظلمات سے بھر رہی ہے، شیاطین اس ظلا
کو پر کر رہے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ یہ دنیا اپنے انجام کو پہنچا چاہتی ہے آپ
دیکھیں کہ جو بزرگ آج دنیا سے جا رہے ہیں بعد والوں میں ان جیسے کوئی نظر نہیں

آتے۔

آج وہ وقت ہے کہ جن اولیاء کے دلوں میں احد پیار کے برابر ایمان ہے وہ
بھی ڈرتے ہیں، بھر پور ہوتے ہیں اور کانپتے ہیں کہ کہیں مرتد ہو کر موت نہ آ جائے
اور ایک ہم جیسے غافل ہیں جن کے دلوں میں ذرہ برابر ایمان ہے کہ ہم اس کی
حفاظت سے بھی غافل ہوئے بیٹھے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں سمجھ عطا فرمائے کہ
پاک ہم اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت آخری لمحہ تک
کرنی ہے۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ موت تو بہت بڑی مصیبت ہے مگر اس سے بھی
بڑی مصیبت یہ ہے کہ موت سے غفلت کی جائے اور اس کیلئے عمل نہ کیا جائے۔

دل کی صفائی:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ زندگی اپنی زندگی کے لئے دی ہے۔ ہمیں
چاہئے کہ جیسے دنیا کے کام کاج کے لئے کوشش کرتے ہیں اسی طرح آخرت کے
لئے بھی کوشش کر لیں۔ آج کی لوجوان لڑکی صبح اٹھتی ہے تو اسے نگر ہوتی ہے۔
مجھے ناشتہ تیار کرنا ہے پھر اپنے گھر میں Dusting (صفائی) کرتی ہے۔
یہاں دھواں لگتا ہے۔ مجھے فریج کو صاف کرنا ہے۔ مجھے پردے دھونے ہیں، بچوں کی
دن کے کئی کھینے اسی قسم کے کاموں میں لگا دیتی ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ یہ صفائی
کیوں کر رہی ہو تو کہے گی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ کتنے گندے لوگ ہیں۔ لوگوں کی
نظر میں اچھا بننے کے لئے ہم چار پانچ کھینے لگا دیتے ہیں۔ لیکن اگر پردہ و گار نے
کہہ دیا کہ اے میرے بندے! تیرا دل بھی تو میرا گھر تھا تجھے اس کی صفائی کرنے
کے لئے دس منٹ بھی نہ ملے۔ استغفار کرنے کیلئے تجھے چند منٹ ہی نہ ملے۔
میرے محبوب ﷺ پروردہ جیسے کے لئے تجھے کچھ فرصت بھی نہ ملی۔ تجھے میرے
سامنے سجدہ کرنا ہونے کے لئے وقت ہی نہ ملا تو بتائیے کہ ہم اس وقت اللہ رب

العزت کو کیا جواب دیں گے۔

اللہ سے تعلق بنا کر رکھو:

ایک آدمی نے اگر کہیں مہمان جانا ہو اور اس کے ساتھ لڑائی کر لے۔ اور پھر وہاں مہمان کے طور پر جائے تو کیا وہ مہمان نوازی کریں گے؟ اور بے دنیا مہمان نوازی نہیں ہوتی تو جس نے اللہ رب العزت سے ہگاڑ لی اور پھر اللہ رب العزت کے حضور پہنچ گیا تو پھر اس کا کیا بے گما؟

جنہمی کا پسینہ:

حضرت ابو بکر صدیق فرماتے تھے کہ جس آدمی نے سوت کی بیماری کے بغیر اس دنیا سے آگے قدم اٹھایا وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے مصیبتوں کے سمندر میں چلا گیا۔ دنیا کے غم اور مصیبتیں آخرت کی پریشانیوں کے مقابلہ میں تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ آج دیکھو باہر نکلتے ہیں تو گرمی، گرمی، گرمی کرتے ہیں۔ گرمی کی کیا حیثیت ہے؟ اگر جنہمی کے پسینے کا ایک قطرہ مشرق میں دیکھ دیا جائے اور وہی مغرب میں کھڑا ہو تو اسے مغرب میں کھڑے ہوئے گرمی پہنچے گی جس کی وجہ سے دنیا ہی میں وہ آدمی پسینہ پسینہ ہو جائے گا۔ اگر پسینے کے قطرے میں اتنی گرمی ہے تو سوچئے کہ جو خود جہنم میں ہوگا اس کا کیا حال ہوگا۔

اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا:

انسان کو بلا خراس فانی دنیا سے کوچ کر کے اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا ہے۔ کاش کہ یہ انسان اپنی زندگی میں کہتا کہ اے رب کریم! میری مصیبتوں کی انتہا میرے لئے، میری چاہیں میرے لئے، میری تمناں میرے لئے، میری

آرزوئیں میرے لئے۔ اِن صَلَواتِی وَ تَسْلِیْمِی وَ مُخْلِیِّ وَ مُخْلِیِّی وَ مُخْلِیِّی لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (اے اللہ! میری مالی عبادتیں، میری جانی عبادتیں، میرا جینا اور میرا مرنا، سب میرے لئے ہے)۔ کاش! ہم دنیا ہی میں ہوں اپنے آپ کو سپرد کر دیتے پھر دیکھتے کہ ایک ایک عمل پر سونے کا بھاؤ لگا گیا جاتا۔

۱۔ مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرقراری
میں اسی لئے مسلاں میں اسی لئے نمازی

خوش نصیب انسان:

خوش نصیب انسان وہی ہے جو موت کے وقت کامیاب ہو جائے۔ اور موت کے وقت ناکامی ہوئی تو وہ حقیقت میں بہت ہی زیادہ ناکام انسان ہے۔ دنیا کی چاندنی چار دن کی ہے مگر پھر اندھیری رات ہو تو سوچئے تو کتنی کچھ کیا ہوگا۔ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے مر کے بھی جین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

انسان کی قبر میں بے سرو سامانی:

انسان کو دنیا میں تکلیفیں، بیماریاں، الجھنیں اور پریشانیاں آتی ہیں تو انسان بھی سوچ لیتا ہے کہ آخر یہ ایک نہ ایک دن کٹ جائیں گی لیکن اگر قبر میں انسان کے لئے مصیبتیں آئیں تو وہاں کیا بے گما۔ قبر کے اندر تنہائی، ہوگی کوئی مننے والا نہیں ہوگا۔ قبر کے اندر خاموشی، ہوگی کوئی بات کرنے والا نہیں ہوگا۔ اے اچھے کہنڑوں کے پسینے کی دلدادہ اور شوقین، یمن! ذرا قبر کے لباس (کنفن) کو یاد کر لے۔ اے محفلوں میں بیٹھ کر مسکرائیں دینے والی ازرا موت کے وقت کی خاموشی کو بھی یاد کر

لے۔ اے دنیا کی لذتیں لینے والی! ذرا موت کی تکلیفوں کو بھی یاد کر لے۔ اے دنیا میں غالیہاں مکان، اور خوبصورت کپڑوں میں زندگی گزارنے والی! ذرا قبر کی بے سروسامانی کو بھی دیکھ لے۔ آج دنیا میں تیری کوٹھی یا تیرا گھر ساز و سامان سے بھرا ہوتا ہے پھر بھی سوچتی ہے کہ ابھی میری ضرورتیں زیادہ ہیں اور سامان تھوڑا ہے مگر قبر میں تو تیرے پاس سامان بھی نہیں ہوگا۔ وہاں فقط عکیاں کام آئیں گی۔

بے نمازی کو قبر میں سزا:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قبر میں ایک فرشتہ متعین کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ظہر کی نماز قضا کی ہوگی تو وہ فرشتہ اسے گرز سے مارے گا۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت ہو جائے گا۔ اگر عصر کی نماز قضا کی ہوگی تو مغرب تک، اگر مغرب کی نماز قضا کی ہوگی تو عشاء تک، اور اگر عشاء کی نماز قضا کی تو صبح تک اور اگر صبح کی نماز قضا کی تو ظہر تک فرشتہ اس کو گرز سے مارے گا۔ اور جب وہ فرشتہ مارے گا تو بیت قبر میں ستر ہاتھ تک زمین میں دھنس جائے گی۔ پھر اٹھے گا اور فرشتہ پھر مارے گا۔ اسی طرح بارہ راتیں ہوگی اس وقت چھین گئے، چلائیں گے مگر کوئی بھی آواز سننے والا نہیں ہوگا۔ کوئی بہن پاس نہیں ہوگی، کوئی ماں پاس نہیں ہوگی۔ تیرے پاس کوئی اپنا نہیں ہوگا جسے تو غم سنا سکے گا، جسے دل کے دکھڑے بتا سکے گا۔ وہاں تو فرشتہ ہوگا۔ اے اللہ تعالیٰ سے جو حکم لے گا وہ اس کے مطابق کرنا چلا جائے گا۔

قبر میں اثر و حوا:

بعض لوگوں کے لئے قبر میں ایک اثر و حوا کو مسلط کر دیا جائے گا۔ وہ اثر و حوا کا ثار ہے گا۔ دنیا میں اگر شہد کی کھجی کاٹ لے تو تکلیف سے کیا حال ہوتا ہے۔ اگر

قبر میں اس اثر و حوا نے کاٹا شروع کر دیا تو قیامت تک وہ کاٹا رہے گا۔

قبر کی گرمی:

اگر قبر کو جنم کا گڑھا بنا دیا گیا تو وہاں کی تپش کا کیا معاملہ ہوگا۔ آج تو عورتیں اپنے چوہے کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتی ہیں تو کہتی ہیں کہ ہم سے گرمی میں نہیں جاتا۔ بھلا قبر کی گرمی کے لئے کیا کر چکی ہو؟ قبر کی گرمی کیلئے کیا بندوبست کیا ہے؟

جوان لڑکیوں کی غلط فہمی:

آج دنیا میں نمازیں پڑھنا مشکل، تلاوت کرنا مشکل، پر دے کے نماز پڑھنا مشکل، زندگی گزارنا مشکل، ٹیکو کاری میں زندگی گزارنا مشکل ہے۔ جب کسی لڑکی سے جاتا ہے کہ خدا کی ہندی! دنیا کا علم تو حاصل کر لیا اب دین کا علم بھی حاصل کر جو اب دیتی ہے، ابھی میری عمر ہی کیا ہے، میں کوئی اماں دادی بن گئی ہوں۔ بچیوں کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ اماں دادی بن کر نمازوں کی پابندی کرنا نہیں۔ کیا نہیں دیکھتی کہ دنیا میں جوان لڑکیوں کو بھی موت آتی ہے اور وہ بھی آخر میں پہنچا دی جاتی ہیں۔ اگر آپ کو کبھی اسی حال میں موت آگئی تو پھر سوچنے کے لئے آگے جا کر کیا بنے گا۔

ہارون الرشیدؒ کے ہاں استاد کا مقام:

ہارون الرشیدؒ ایک نیک بادشاہ گزرا ہے۔ علماء کا بڑا قدر و اہم تھا۔ اور چاہتا تھا کہ میری اولاد بھی نیک بنے۔ اس کے دو بیٹے ہارون الرشیدؒ اور امین الرشیدؒ تھے۔ انہیں اس نے امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی دینی تعلیم و تربیت کریں تاکہ یہ دین دار بن جائیں۔ ہارون الرشیدؒ ایک مرتجعہ مدرسہ میں گیا تو

کیا دیکھا کہ اس کا بیٹا اپنے استاد کو وضو کروا رہا تھا۔ وہ پانی ڈال رہا تھا اور استاد اپنے پاؤں دھو رہے تھے۔ بادشاہ خوش ہونے کی بجائے ناراض ہونے لگا اور امام ابو یوسف سے کہنے لگا، حضرت! میں نے تو بھیجا تھا کہ آپ میرے ان بیٹوں کو ادب سکھاتے۔ آپ نے فرمایا، بھئی! ادب ہی تو سکھایا ہے کہ یہ شہزادہ جو نے کے باوجود میرے پاؤں دھلا رہا ہے۔ کہنے لگا، نہیں، مزہ تو تب آتا کہ جب یہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھو رہا ہوتا۔ غور کریں کہ وہ خود بادشاہ ہے اور اسے اپنی اولاد کو ادب سکھانے کا اعنا شوق ہے۔

بارون الرشید اور اس کی بیوی کی سخاوت:

بارون الرشید کے بارے میں یہ آتا ہے کہ وہ ایک سال حج کیا کرتا تھا اور دوسرے سال اپنے ساتھ اپنے خرچ پر لے کر جایا کرتا تھا۔ اور دوسرے سال جہاد کرتا تھا۔ اور جس سال جہاد کرتا اس سال چار سو عطا کو اپنے خرچ پر حج کے لئے بھیجا کرتا تھا کہ میں تو جہاد پر جا رہا ہوں، اس لئے دوسری بجائے چار سو آدھن کو حج کے لئے بھیجا کرتا تھا۔ اس کی بیوی زبیدہ خاتون بھی ایک نیک عورت تھی جس نے نہر زبیدہ بنوائی۔ دونوں نیک تھے مگر چونکہ وقت کا بادشاہ تھا اس لئے اس کو دنیا کی بہت زیادہ مصروفیات تھیں۔

بارون الرشید کے بیٹے کی قابل رشک زندگی:

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ بارون الرشید کا ایک بیٹا تھا۔ اسے اللہ والوں کی صحبت مل گئی تھی اور اسے یہ سمجھ لگ گئی تھی کہ واقعی مجھے دنیا میں اپنے پروردگار کو راضی کرنا ہے اور سب سے پہلے موت کی تیاری کرنی ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت

نگی اور عبادت میں لگا رہتا تھا۔ اٹھتی جوانی تھی۔ اس کے چہرے پر نور تھا۔ محروم سا دلہاس میں رہتا۔ شہزادوں کی پوشاکوں سے اسے نفرت تھی، کوئی آن بان اور ٹھانٹھ بانٹھ اس میں نہیں تھی۔ وہ زہد کے ساتھ زندگی گزارتا۔ وہ محل میں رہتے ہوئے کوئی سرخ غذا کبھی نہیں کھاتا تھا۔ وہ دسترخوان کے کونے پر بیٹھا اور خشک روٹی کھا کر گزارہ کرتا۔ لوگ پوچھتے کہ تم دسترخوان کی باقی نعمتوں کو کیوں نہیں کھاتے۔ وہ جواب میں کہتا کہ مجھے حساب بھی تو دینا پڑے گا اس لئے میں خشک روٹی کھاتا ہوں۔ وہ دن میں پر ہیز بچھا کر سوتا۔ سارے گھر والے حیران رہتے کہ پتہ نہیں اس نوجوان کو کیا ہو گیا ہے۔ اسے زرا نہ سمجھاتے، امراء سمجھاتے، دوسرے لوگ سمجھاتے کہ تم آخر شہزادے ہو، بادشاہ کے بیٹے ہو، بڑے بڑے لوگ یہاں آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کا بیٹا ایسا ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ پاگل ہو چکا ہے، یہ بخون ہن چکا ہے، بادشاہ کو اس طرح کی باتیں سننا پڑتی ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی ظاہری شکل و صورت کو شہزادوں کی طرح بنا کر رکھو۔ وہ آگے سے جواب دیتا ہے کہ میں ان کے سامنے ظاہری شکل و صورت کیا بنا کر بھروسہ کر دوں گا، مجھے تو اپنی شکل و صورت کو اللہ کے لئے بنانا ہے، تاکہ میرا سوا اللہ مجھ پر راضی ہو جائے، میں نے دنیا کو راضی کر بھی لیا تو میں کامیاب نہیں ہو سکا، میری کامیابی کا قلعق اللہ رب العزت کی رضا میں ہے لہذا میں تو سادہ زندگی گزاروں گا اور اپنے سوا کو راضی کر دوں گا، مجھے موت کا پتہ نہیں کہ کب آجائے، میں تو ہر وقت موت کے لئے تیار ہوں تاکہ موت کے وقت مجھے جاتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ تم بھی اپنی زندگی کی اس روش کو چھوڑو، یہ مشکلات، یہ دنیا کی راہ، درم اور یہ دنیا کی ذریعہ و زینت سب فنا ہی ہیں، یہیں رہ جاؤ گی تم موت کو مت بھولو۔ چنانچہ

عجیب سی محفل ہو جاتی۔ جس محفل میں لوگ خوشی کی باتیں کر رہے ہوتے وہاں یہ شہزادہ آ جاتا جس کی وجہ سے ان کو چپ ہو جاتا اور یوں محفل کا رنگ بدل جاتا۔ لوگ بادشاہ کو کہتے کہ جی آپ ٹھیکوں سے اس کا علاج کروائیں، کچھ اس کو سمجھائیں۔ پتہ نہیں کیا ہے کہ سوکھ کر کاٹنا بڑا چارہ ہے۔ نہ کھانا ہے نہ پیتا ہے، نہ دنیا سے کوئی واسطہ رکھتا ہے اور نہ کسی سے بات کرتا ہے، بس ہر وقت تسبیح پڑھتا ہے، مصطلع پہ بیٹھتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے۔ اس کو تو گویا دنیا میں کسی اور سے کوئی غرض ہی نہیں۔ اس لئے لگتا ہے کہ یہ کچھ بڑا ہے۔

ایک دن بادشاہ نے اسے بلایا اور سوچا کہ میں اس بچے کو سمجھاؤں گا۔ اس لئے بچے کو بلوا کر کہا، بیٹا، دیکھو کہ میں بادشاہ ہوں، میرے پاس رہنما کے ہر چھوٹے بڑے نے آنا ہوتا ہے، لوگ تمہیں محل میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم مجنون اور پاگل ہو، مجھے باتیں سننا پڑتی ہیں، مجھے تیری وجہ سے دوسروں کے سامنے ذلت اٹھانا پڑتی ہے، تم ذرا اپنی ظاہری شکل و صورت کو بدلو، میں اللہ نے بہت دیا ہوا ہے، اچھے کپڑے پہن سکتے ہو، یہ سب نعمتیں اللہ کی ہیں، تم نیک بن کر بھی اللہ کی یہ نعمتیں استعمال کر سکتے ہو۔ وہ کہنے لگا، ابا جان، بات یہ ہے کہ جب میں ان نعمتوں کو استعمال کروں گا تو مجھے ان کا حساب دینا پڑے گا۔ فَوَاقُوا

بِغَضَبٍ رَبِّكَ فَخَذَّتْ اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کروں گا پھر بھی شَمُّ لَفْسَلْنَلْنُ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّجْوَى، قرآن پاک کو اتنی دے رہا ہے کہ قیامت کے دن تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس لئے ابا جان! میں تو قیامت کے دن سوال کا جواب نہیں دے سکوں گا۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ میں دنیا سے متناکم کھا سکا ہوں کھاؤں، پیتا سادہ پکچن سکھا ہوں پہنوں، میں دنیا سے ولی

لکھنے کی بجائے آخرت سے دل لگاؤں، وہاں اللہ تعالیٰ مجھے پوشاک پہنا دیں گے اور وہاں مجھے اللہ رب العزت اپنی زندگی عطا فرما دیں گے، اصل کامیابی یہ کامیابی ہوگی۔ جب کافی طویل بات ہوگئی تو باپ نے ناراض ہو کر کہا۔ بیٹا، تم نے مجھے دنیا میں پریشان کر دیا ہے، مجھے تم نے لوگوں کے سامنے بے عزت کر دیا ہے۔ جب اس نوجوان نے یہ سنا تو وہ کہنے لگا، ابا جان! اگر میری وجہ سے آپ کو اپنی بے عزتی برداشت کرنا پڑتی ہے تو پھر میں یہاں سے کہیں دور چلا جاتا ہوں۔ کیا آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ میری اپنی زندگی کا معاملہ ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے حضور اکیلا کھڑا ہوں گا۔ ابا جی! نہ آپ میرے ساتھ ہوں گے، نہ میری ماں میرے ساتھ ہوگی، نہ یہ امراء و وزراء میرے ساتھ ہوں گے، جَسْتَفْهَمُوا فَرَأَدُوا

گھٹنا خَلَفْتُمْ كُنْهَ أَوَّلِ غَوِيَةٍ، ہم اپنے بندوں کو ایک ایک کر کے اپنے سامنے بلائیں گے، جیسے قطار میں کھڑے ہوئے ایک ایک کر کے آتے ہیں۔ اور ان سے حساب پوچھیں گے۔ اے ابا جان! جب مجھے اکیلے ہی جواب دینا ہے تو پھر میں کیوں نہ وہ زندگی گزار دوں جس کا جواب میں دے سکتا ہوں، مجھے ان نعمتوں کی کوئی ضرورت نہیں، مجھے تو فقط پروردگار کی رضا چاہئے۔ میں تو اپنی زندگی میں عبادت کروں گا۔ میں اپنا وقت دنیا کی چیزوں میں کیوں ضائع کروں؟

جب بیٹے نے یہ بات کہی تو بادشاہ نے پھر اسے سمجھایا۔ لیکن آپ نے کہہ دیا ہے کہ میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانا پڑتی ہے اس لئے اب میں اس گھر میں نہیں رہوں گا میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یہ بات کہہ کر وہ نوجوان کھڑا ہوا۔ باپ نے بڑی منت سماجت کی تا کہ رک جائے مگر وہ کہنے لگا، اب راستے جدا ہیں، میں جا کر عبادت کروں گا تا کہ اللہ رب العزت کے حضور میں کامیاب ہو جاؤں۔

مالک نے سوچا کہ وہ آدی میں کر بھی اتنی دیر اور نہیں بنا سکتے۔ اس خدا کے بندے نے نمازیں بھی پڑھیں، کام بھی کیا اور دو گنا کام کر کے جائے لگا۔ اس نے اس کو جتنی رقم ملے ہوئی تھی اس سے زیادہ دینا چاہی مگر اس نے انکار کر دیا۔ کہنے لگا، میں زیادہ رقم ملے کر کیا کروں گا۔ اس نے کہا میں خوش ہو کر دے رہا ہوں کہ تم نے زیادہ کام کیا۔ یہ کہنے لگا، میں تو اتنی رقم لوں گا جتنی کی مجھے ضرورت ہے، مجھے تو اتنے پیسے چاہئیں کہ ہر دن مجھے ایک روٹی مل جائے۔ چنانچہ اس نے طے شدہ رقم ہی لی اور چلا گیا۔

اس آدمی نے بیٹھ کر سوچا کہ یہ کتنا ٹیکہ ہو جو ان ہے کہ کہتا ہے کہ مجھے دینا ہے کیا واسطہ ہے، میں تو تھوڑا سا کھانا کھا کر گزارہ کر لیتا ہوں، باقی وقت اللہ کی عبادت میں گزارتا ہوں۔ تو اسی ٹیک کے ہاتھوں سے میرا مکان بنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے اگلے دن کوئی اور مزدور نہ بلایا۔ وہ پھر بازار میں گیا اور کہا کہ مجھے مزدوری کیلئے فلاں نو جوان چاہئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو بیٹے میں ایک دن کام کرتا ہے۔ اور باقی چھ دن اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس نے کہا، اچھا۔ جب وہ دن آئے گا تو میں پھر اس کو گھر لے کر جاؤں گا۔ چنانچہ اگلے دن وہ اسی دن پہنچا۔ پھر وہی نو جوان ملا۔ وہ اسے لیکر اپنے گھر آیا۔ اب جب وہ نو جوان کام کرنے لگا تو اس مالک نے سوچا کہ میں ذرا اس کو چھپ کے دیکھتا ہوں کہ یہ کام کیسے کرتا ہے کہ اس نے میرا دو گنا کام کیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ نو جوان ایک ہاتھ سے گارا اس دیوار کے اوپر دھکتا ہے اور جیسے ہی اینٹ کو اٹھا کر اوپر دھکتا ہے تو وہ اینٹ خود بخود ایسے دیوار پر پڑتی ہے کہ بالکل اپنی جگہ پر بیٹھتی ہے اس کو دیگر حشمت نہیں کرتا پڑتی۔ وقت ضائع نہیں کرتا پڑتا۔ بس گارا رکھا اور اینٹ کو اٹھا

جب وہ جانے لگا تو بادشاہ کی بیوی کو پتہ چلا۔ اس نے اس کو پانچویں کی ایک بڑی قیمتی انگوٹھی دے دی تاکہ سفر میں ضرورت پڑنے پر کام آ سکے۔ اور اس کو ایک قرآن پاک دے دیا اور کہا کہ بیٹا! تمہیں قرآن پڑھنے کا شوق ہے، تم گنتوں بیٹے کر قرآن پڑھتے ہو، تم اس قرآن کو پڑھو گے تمہیں اپنی ماں بھی یاد آئے گی کہ اُمی نے میرے ہاتھ میں قرآن دیا تھا۔ تم ماں کی یاد بھی اپنے دل میں رکھنا، چونکہ ماں کو تم بھول نہیں سکتے، ماں کا دل بھی تمہارے لئے تڑپا رہے گا، اس طرح یاد کا اطلاق درمیان میں رہے گا۔ بیٹے نے وہ انگوٹھی اور قرآن لیا۔ وہاں سے چلا گیا، دور کسی بہتی میں ایک اللہ والے رہتے تھے۔ وہ وہاں چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنی زندگی گزارنا شروع کی۔ وہ وہاں مسجد کے اندر اعتکاف کی تہیت سے رہتا اور وہاں سارا دن ذکر و عبادت کرتا۔ ہفتہ میں فقط ایک دن وہ مزدوری کرتا اور مزدوری میں جو کچھ اسے پیسے ملتے اس کی سات روٹیاں فقی تھیں، روزانہ ایک روٹی خرید کر پانی کے ساتھ کھا لیتا اور گزارہ ہو جاتا۔

ایک آدمی کو مکان خواتا تھا۔ اس نے مزدوروں کی جگہ پر جا کر دیکھا کہ مجھے کوئی مزدور مل جائے۔ اسے یہ وہاں بیٹھا ہوا ملا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو مزدوری کیلئے اپنے گھر لے جاتا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا، اچھا، میری کچھ شرائط ہیں۔ اس نے پوچھا کہ شرائط کیا ہیں؟ اس نو جوان نے جواب دیا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے گا تو میں نماز ضرور پڑھوں گا، میں نماز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ اس شہر اد سے نے کہا، اچھا میں کام کروں گا تو مجھے کام کرنے کے لئے آپ پوری طرح آزادی دیں گے۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ خیر وہ اس کو لے کر چلا گیا۔ اس نو جوان کو دیوار بنانا تھی۔ اس نے شام تک اتنی بڑی دیوار بنادی کہ

کر رکھتا گیا اور انہیں تلپنے کی طرح جڑتی گئیں۔ وہ کہنے لگا کہ اس بندے سے ساتھ کوئی خدائی مدد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے وقت میں اس سے زیادہ کام لے رہے ہیں۔ چنانچہ بڑا خوش ہوا کہ یہ کٹانیک نوجوان ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جوانی میں عبادت کا ایسا شوق دے دیا۔

جب اگلا بخشہ آیا تو وہ پھر وہاں گیا تاکہ اس کو لے کر آئے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو بیمار ہے، آج وہ مزدوری کیلئے نہیں آیا۔ بچہ چاہا کہ وہ کہاں ہوگا؟ انہوں نے کہا جناب! وہ فلاں مسجد کے قریب ایک جگہ پر رہتا تھا، آپ جائے وہاں جا کر دیکھئے۔ یہ وہاں گیا تو دیکھا کہ نوجوان زمین پر لیٹا ہوا ہے۔ اس کو بٹھا تھا جس کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس نے لڑکے سے کہا، اے نوجوان! تم بڑے بیمار ہو، میرے ساتھ میرے گھر آؤ، میں تمہارے لئے کوئی دوا کا بندہ ہست کر دوں۔ وہ کہنے لگا، نہیں مجھے شفا دینے والے نے ہی تو بٹھا کر دیا ہے، میرے لئے تو اب سوت کے سوا کوئی دوائی کام نہیں آئے گی۔ میں تو بس اب جانے کے قریب ہوں۔ میری مہلت زندگی اتنی ہی تھی، میں اب دنیا سے جا رہا ہوں۔ بس مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میں اپنے ایمان کو بچا کر لے جا رہا ہوں۔ میں نے دنیا کی زندگی پہ کبھی مجروحہ سا نہیں کیا، کبھی دنیا سے دل نہیں لگایا۔ میں جانتا تھا کہ یہ چیزیں عارضی ہیں اس لئے میں دنیا سے ہمیشہ دور بھاگتا تھا۔ آخرت کی تیاری کرتا رہتا تھا۔ آج الحمد للہ میں اچھے حال میں جا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ کہنے لگا، میرے پاس امانت ہے، تم یہ امانت ان کو پہنچا دینا جنہوں نے مجھے دی تھی۔ وہ کہنے لگا، وہ کیا؟ اس نے اپنی انگلی سے وہ انگوٹھی نکال کر دے دی اور اپنا قرآن پاک خوا لے لیا اور

کہا کہ وقت کے بادشاہ کے پاس چلے جانا اور اسے کہہ دینا کہ ایک پردہ کیلئے یہ دو چیزیں امانت کی تھیں اب واپس بھیجی ہیں، ان کو قبول کر لیں۔ جیسے ہی اس نے سنا کہ یہ بارون الرشید کی بات کر رہا ہے تب اسے احساس ہوا کہ ہاں ہم سنتے تھے کہ بادشاہ کا ایک شہزادہ ہے جو اس طرح دیوانہ اور پاگل ہے کہیں یہ وہ تو نہیں اسے سننے میں اس نوجوان نے ٹکھڑا دیا اور اللہ کو یاد ہو گیا۔ اب اس کا دل غمزہ و غماز اس نے اسے کھنکھار دیا، وفادار دیا اور پھر وہ قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر چلا کہ بارون الرشید کو دے آؤں۔

جب شہر میں پہنچا تو دیکھا کہ پولیس آرہی ہے اور لوگوں کو ہٹا رہی ہے۔ بچہ کی صدائیں آرہی ہیں کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دور بادشاہ اپنے وزراء کے ساتھ آ رہا تھا۔ جس سواری کے اوپر بادشاہ سوار تھا جب سواری اس آدمی کے قریب آئی تو اس نے کہا، بادشاہ سلامت! آپ کو بیکارم (کریم) کے ساتھ قرابت داری (رشتہ داری) کا واسطہ آپ میری بات سمجھ لیتے۔ چنانچہ بارون الرشید نے اپنی سواری کو کھڑا کروا دیا۔ اس نے وہ انگوٹھی قرآن اس کو دکھایا اور کہا کہ یہ ایک پردہ کیلئے ہے۔ بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ کہنے لگا، اے مخاطب! تو میرے ساتھ آ اور مجھے مگر آ کر یہ باتیں دہرائو، میں وہاں پر تجھ سے یہ چیزیں لے لوں گا۔ چنانچہ بادشاہ اپنے محل میں آیا اور آتے ہی اس نے اس آدمی کو بلوایا اور کہا، اے مخاطب مجھے لگتا ہے کہ تو مجھے غم کی کوئی خبر سنائے گا لیکن بتا تو سہی کہ میرے جگر گوشے کا کیا حال ہے؟ تو نے اس کو کس حال میں دیکھا؟ وہ کہنے لگا کہ وہ نوجوان تھا، چہرے پر نور تھا، وہ بختے میں ایک دن مزدوری کرتا تھا۔ میں نے بھی دو مرتبہ اس سے

مزدوری کروالی۔ دوپورے دن میں ایک مردنی کھانا تھا، باقی سارا دن عبادت کرتا تھا، سوکھ کر کھانا بن گیا تھا، اس طرح اس نے زندگی گزاری۔ میں نے اسے آخری لمحے میں دیکھا، اسے کلمے پہ موت آئی۔ اس نے کہا تھا کہ یہ امانتیں میرے باپ تک پہنچا دے۔ بادشاہ دیکھ کر رونے لگ گیا۔ کہنے لگا کہ تمہیں بھی خیال نہ آیا کہ ایک شہزادے سے تم لاپرواہان خواجے رہے۔ اس نے کہا، بادشاہ سلامت! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ کا بیٹا اور شہزادہ ہے تو میں کیوں اس سے مکان ہوتا۔ مگر وہ تو اپنے آپ کو فقیر سمجھتا تھا، وہ تو اپنے آپ کو درویش سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے تو آخرت کی تیاری کرنی ہے۔ میں وہاں کے محلات میں رہوں گا۔ تو بادشاہ نے رو کر اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا، اے میرے بیٹے! تو چھوٹی عمر میں تھا اور میں تیرا باپ بڑی عمر میں تھا، بیٹے! تیرے بال کالے تھے میرے سفید تھے، مگر متعدد زندگی کو تو نے سمجھ لیا تھا میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ بیٹے! میں دھوکے میں پڑا ہوا تھا، میں نے زندگی کے دن ضائع کر دیے۔ میرے پاس آخرت کی کوئی تیاری نہیں۔ اے میرے نوجوان بیٹے! تو نے جوانی میں دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیا تھا۔ تو نے دنیا میں دل نہیں لگایا، تو دنیا کی لذتوں کے پیچھے نہیں بھاگا، دنیا کی آسائشوں کے پیچھے نہیں بھاگا۔ بیٹے! تو نے موت کو یاد رکھا، ہر لمحے یہ بات ذہن میں رہی کہ مجھے اللہ کے حضور جانا ہے۔ بیٹے! تو سچا تھا تیرا باپ جھوٹا تھا۔ بیٹا! تو ہدایت پر تھا تیرا باپ بھٹکا ہوا تھا۔ آج تو ہدایت لے کر دنیا سے چلا گیا۔ تیرا باپ اپنے یا کوں کو سفید کر بیٹھا مگر گناہوں سے اپنے چہرے کو سیاہ کر بیٹھا، میں اپنے مالک کے سامنے کیا لے کر جاؤں گا۔ یہ دنیا کے محلات، یہ دنیا کی رانفتیں، یہ دنیا کی ساری نعمتیں سب ہمیں رہ جائیں گی۔ بیٹے! تیرے باپ کا کیا حال ہوگا جب فریجروں میں باغداد

۱۔ اسے پیش کر دیا جائے گا اور کہیں گے، اے دنیا کے حکمرانو! اب تمہاری زنجیریں
تب کھلیں گی جب ثوابت کرے گا کہ تو نے نعمتوں کی قدر کی تھی اور ہمارے حکموں
کے مطابق زندگی گزار لی تھی۔ بنیے! اس دن میں غریب ہوں گا اور تیری حیثیت
بادشاہِ دہلی ہوگی۔ آج دنیا تجھے بادشاہ کہتی ہے مگر آخرت کا میں فقیر ہوں۔
باقی بھی کرتا رہا اور رہتا بھی رہا۔ پھر اس نے کہا کہ واقعی میں اپنی زندگی کو بدل کر
اللہ رب العزت کی رضا کو حاصل کروں گا۔

مراقبہ موت:

نواب عزیز الحسن مجددیؒ نے مراجعہ سوت کے عنوان سے اشعار لکھے۔ ان میں سے کچھ اشعار آپ کو سنا دیتا ہوں۔ ان اشعار کو اکثر پڑھتے رہنا چاہئے۔

کیسے کیسے گھر اجازے موت نے
 کھیل گتوں کے بگاڑے موت
 پہلوں کیا کیا پچھاڑے موت نے
 سرد قیروں میں اتارے موت

ایک دن رہا ہے آخر موت ہے
 کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
 ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن
 قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن
 اب نہ غفلت میں مٹوانا ایک دن
 منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر سوت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر سوت ہے
ہو رہی ہے عرش برف کم

چپکے چپکے رفت رفت دم دم
سانس ہے اک رہو ملک عدم
دفعہ اک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر سوت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر سوت ہے
ایسی غفلت یہ تیری ہستی نہیں

دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رو مگر دنیا ہے یہ بہتی نہیں
جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر سوت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر سوت ہے
یہ حسینوں کی چمک اور یہ ملک

دیکھ کر ہرگز نہ رہے سے بھک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا بھک
بھول کر بھی پاس ان کے نہ بھک

ایک دن مرنا ہے آخر سوت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر سوت ہے

حسن ظاہر یہ اگر جائے گا
یہ منتقل سائب ہے ذس جائے گا
عالم فانی سے دھوکا کھائے گا

وہ نہ غافل یاد رکھ چھٹائے
ایک دن مرنا ہے آخر سوت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر سوت ہے
دار فانی کی سجاوٹ پہ نہ جا

نیکیوں سے اپنا اصلی گھر
پھر وہاں بس ہمیں کی بنی بجا
اند فدا فدا فورا من فدا
ایک دن مرنا ہے آخر سوت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر سوت ہے

خلاصہ کلام:

میرے دوستو! آج ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک خواہشات اور دنیا
ت یعنی شیطان کا راستہ ہے اور دوسرا نیکی اور پرہیزگاری یعنی دھرم کا راستہ ہے۔
فیصلہ ہمارے اختیار میں ہے۔ جو راستہ آج اختیار کریں گے منزل وہی بنے گی۔
یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ زندگی و توفیق و فخر میں گزرے اور مرتے وقت بائید بھلائی
اور بنید بغداد کی جیسی موت آجائے۔ کیونکہ میرے آقا ﷺ نے فرمایا تم غصا
تغصنوں تغصنوں (تم جیسے زندگی گزارو گے اسی حال میں موت آئے گی)۔ اور
جس حال میں تمہیں موت آئے گی تغصنوں اسی حال میں تم اللہ کے سامنے کھڑے

کئے جاوے گے۔ جس ڈھب پر زندگی گزار رہی ہے اسی ڈھب پر موت آئے گی۔ لہذا اپنی زندگی کے رخ کو بدل لیجئے، نیکو کاری کی زندگی اپنالےجئے۔ یہ تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ اس کے بعد ہمارے لئے سعادتوں کے دروازے کھلنے والے ہیں۔
حضرت شاد فتنی نے کیا ہی اچھی بات کہی:

نور میں ہو یا نامہ میں رہنا
ہر جگہ یاد یار میں رہنا
پند چھوٹے خزاں کے بس سہہ لو
بجر ہمیشہ بہار میں رہنا

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نیکو کاری اور پرہیزگاری کی زندگی گزارتے ہیں اور موت کے وقت ان کے لئے ابدی خوشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کے ساتھ موت عطا فرما کر آگے کی منزلوں کو آسان فرمائے۔ وَاعْذِلْكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ (یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے)۔

دعا ہے کہ ہر کرم ہمیں آخرت کی کامیابیاں نصیب فرما دے، دنیا کی عزتیں نصیب فرما دے اور ہمیں ایمانی، اسلامی اور قرآنی زندگی بسر کرنے کی توفیق نصیب فرما دے۔ آمین ثم آمین

وَاجْعَزْ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



خطبات فقیر

جلد دوم

جلد اول

جلد سوم

جلد ششم

جلد ہفتم

جلد ششم

جلد ششم

عالم اسلام کے روحانی پیشوا اور عظیم سرکار

نفس بند
مجتہدی
مدظلہ

ذوالفقار احمد

ہجو طریقت
و غیر شریعت
حضرت مولانا

کے منتخب نصیحتیں، ہفتائیں کے مجموعہ کی خطبات فقیر کے عنوان سے نمبر وار شائع کیا جا رہا ہے

ان خطبات کا مطالعہ کیجئے

طہر و حکمت سرور عشق ذوق ادب اصلاح عقائد اصلاح مبادی
اخلاق حسنہ تعمیر قلب تزکیہ نفس سبب صالحین کے حالات و واقعات

اور کئی دیگر مبادیوں سے نمبر وار حافی بالید کی عطا کرے گا

اپنے دل و جان اور احباب کو یہ خطبات پڑھنے کیلئے دیں

مکتبہ الفقیر حسن آباد ناشر